ماہنامہ
مجلہ
حیاتِ نو
بلریا گنج

کسبِ کمال

ہر حلقہ میں استعداد و قابلیت ہی کی آج
بھی پوچھ ہے، جدید تعلیم کے حلقہ میں بھی،
دینی تعلیم کے دائرہ میں بھی، غیر قابل کی کہیں پوچھ
نہیں اور قابل آدمی ہر جگہ اپنا مقام پا لیتا ہے۔
"پس کسبِ کمال کن کہ عزیزِ جہاں شوی" کمال
حاصل کرو تاکہ دنیا والوں کے پیارے بن جاؤ۔

(مولانا جلیل احسن ندویؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ

حیات نو بلریا گنج

جلد: ۹ — محرم الحرام ۱۴۱۳ھ / جولائی ۱۹۹۲ء — شمارہ: ۷

بدل اشتراک	
سالانہ زر تعاون	۵۰ روپے
طلبہ کیلئے	۴۰ " "
خصوصی زر تعاون	۱۰۰ " "
اعزازی " "	۱۰۰۰ " "
بیرون ممالک سے زر تعاون	۲۵ امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ	۵ روپے

اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہٰذا چندہ جلد روانہ فرمائیں۔

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

مدیر

محمد اسمٰعیل فلاحی

معاون مدیر

عبد البر اثری فلاحی

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مجلہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۳۱
فون: ۷۰۱۴۰

نشاط آفسٹ پریس ٹانڈہ فیض آباد
کتابت: محمد اشفاق عالم مفتاحی۔ جامعۃ الفلاح بلریا گنج

غزل

ر۔ سبحانی طیبلی فضیلت آخری (الف)
کلیۃ البنات جامعۃ الفلاح بلریا گنج

لکھ رہی ہوں آج اپنے درد و غم کی داستاں
آنکھ سے موتی رواں ہیں دل سے اٹھتا ہے دھواں

دیکھ کر حیران ہوں میں ارض و سما شمس و قمر
دل اگر کہتا ہے یہ ہے تیری بزم کن فکاں

اے الٰہی بھیج دے رحمت کی وہ کالی گھٹا
میں لئے بیٹھی ہوں دل میں آرزوؤں کا جہاں

ہر طرف دنیا میں کیوں تخریب ہے تفریق ہے
کھو دیا انساں نے شاید تیری عظمت کا نشاں

میں کہاں پاؤں بھلا تیری حقیقت کا سراغ
قطرۂ ناچیز ہوں میں تو ہے بحر بیکراں

بلبلِ شیدا کو یا رب بخش دے ایسی زباں
جو دلِ مومن میں بھر دے ٹھنڈی ٹھنڈی بجلیاں

غزل

محمد فرحت حسین خوشدل

تری حقیقتِ پنہاں سے نا شناس رہا
تو گو کہ میری تہِ رگ کے آس پاس رہا

ترے کمال کی وسعت میں کھو گیا ہوں میں
مرا وجود ترے فن کا اقتباس رہا

ترے ہی پیکرِ حسیں سے جگ ہوا روشن
ترے ہی نور سے عالم میں انعکاس رہا

یہ روح و جسم کا رشتہ عجیب رشتہ ہے
ازل سے ساتھ رہا پھر بھی نا شناس رہا

حیات و موت کا آپس میں ہے تعلق کیا؟
تمام عمر یہی سوچ کر اداس رہا

عطا ہوئی ہے مجھے ایک چادرِ تقویٰ
اگرچہ دہر میں یہ جسم بے لباس رہا

تمام عمر کٹی میرے تجربے میں مگر
نشاط و غم کے تعلق سے دل اداس رہا

مرا زوال مری انتہا کو پہنچے گا
اسی ایک غم سے ہمیشہ ہی بدحواس رہا

زباں سے کہنے کا آخر اثر ہوا اس نے
خدا کا شکر ہے وہ مردِ حق شناس رہا

ترے مزاج کو خوشدل وہ کیسے سمجھے گا
ترے مزاج سے یکسر جو نا شناس رہا

اداریہ

مدارس میں ٹکنیکل تعلیم — محمد اسمٰعیل فلاحی — ۲

ہدایت رسول

خرید و فروخت میں دھوکا — ساجد حمید — ۹

بحث و نظر

مسلمانوں کا علمی شغف — محمد حفیظ اللہ پھلواری — ۱۲

حیات نو کیسا ہو ــــ ایک خاکہ — عبدالبر اثری فلاحی — ۲۰

لکھ رہا ہوں جنوں میں .....

بھوت ہے جب سوار ہو جائے — ابوالاحسان تقوی — ۲۵

تعلیم و تعلم

توجہ مطلوب ہے، اسکاؤٹنگ — عبدالبر اثری فلاحی، مشتاق احمد فلاحی — ۳۲-۳۵

تعارف و تبصرہ — ۳۷

الفلاح — عبدالبر اثری فلاحی

شعر و نغمہ

بارگاہ رسالت مآب میں، غزل، — ابو جاوید قریشی، شفیع اللہ راز — ۳۸، ۳۹

غزلیں — ادریس ضیاء، نبیل سبحانی، فرحت حسین خوشدل — ۴۰ تا ۴۱

اخبار عالمیہ — ۴۲

چینی زبان میں قرآن کا ترجمہ، بہادر شاہ ظفر کا غیر مطبوعہ کلام دریافت، — ابن اعظم فلاحی

جامعہ کے لیل و نہار — ۴۵

سہ ماہی امتحان، تدریسی تربیتی کیمپ، روداد انجمن، — محمد اسماعیل فلاحی — ۴۸

اداریہ — محمد اسمٰعیل فلاحی

مدارس میں ٹکنیکل تعلیم

بعض طلبہ اور ان کے سرپرست کچھ اس طرز پر سوچا کرتے ہیں کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد معاش کا کیا بنے گا۔ ہاں عصری اداروں میں تعلیم کے بعد مستقبل روشن ہے، حصول معاش کی ایک وسیع دنیا ہے، بالخصوص اونچی اونچی ملازمتیں ہیں۔

حالانکہ اہل نظر اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ فضلائے مدارس کے مقابلہ میں عصری اداروں کے ڈگری ہولڈر ملازمت نہ ملنے کی بنا پر زیادہ پریشان اور بیکار ہوتے ہیں۔ جو بی ایم اے اور پی ایچ ڈی کر لینے کے بعد بھی ملازمت یقینی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس عام طور پر کوئی مولوی آپ کو بے کار نہیں ملے گا، الا یہ کہ اس کے پاس کوئی صلاحیت نہ ہو اور اس نے اپنے اوقات یونہی ضائع کر دیے ہوں یا پھر وہ سرے سے مولوی ہو ہی نہیں، مولوی کا روپ دھار لیا ہو۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی آمدنی بہت زیادہ نہ ہو اور اس کا معیار زندگی نیچا ہو لیکن اس میں بھی اس کا قصور کم اور ملت بیچاری کا قصور زیادہ ہے۔ آخر کیا بات ہے آپ اپنے بیٹے کے لئے سائنس کا ٹیوٹر مقرر کرتے ہیں تو پانچ سو روپے دینے میں نہیں ہچکچاتے اور جو قرآن پڑھانے آتا ہے اسے سو روپے دینا مشکل ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم لاکھ تگ و دو کریں، دنیا سے جس قدر ملنا مقدر میں ہے، ہم اس سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اس معاملہ میں تقدیر بڑی حد تک دخیل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کم پڑھا لکھا جاہل اور بے وقوف شخص دولت بٹورتا ہے اور پڑھا لکھا سمجھدار آدمی اس کے یہاں ملازم ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کتنے باصلاحیت ایم، بی، بی، ایس

مطلب یہ ہے کہ کئی مارے پھرتے ہیں اور ایک ٹھگ لوگوں کو بے وقوف بنا کر بنگلے تعمیر کر رہا ہے۔ تعمیر کی اہمیت کا انکار مقصود نہیں، کہنا صرف یہ ہے کہ اصل مقصد کو ہم کسی چیز پر قربان نہ کریں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ملازمت بہرکیف کوئی پسندیدہ چیز نہیں، یہ ایک نوع کی غلامی ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ شرفاء اسے معراج سمجھنے کے بجائے بڑی بڑی ملازمتوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے تھے کیونکہ اسے وہ اپنی آزادی پر قدغن تصور کرتے تھے۔ کسی اعلیٰ اور برتر مقصد کے لئے کسی ملازمت کو اختیار کرنا اس سے بالکل مختلف ہے کہ ایک شخص معاش ہی کو مقصد بنا کر اپنی زندگی اور اس کی ساری صلاحیتیں لگا دے۔ ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا جو تناسب ہے اس کی روشنی میں آپ کے لئے اس میں مواقع کتنے ہیں بلکہ صفر ہیں۔ یہاں تو غیر مسلموں کو ملازمتیں نہیں مل پاتیں۔ آپ کہاں سے ان پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ملازمت میں آمدنی محدود ہوتی ہے اور کاروبار وغیرہ میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، پھر اس میں خودی کے مجروح ہونے اور بلند پروازی میں فرق آنے کا کوئی اندیشہ بھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبیؐ نے تجارت وغیرہ پر زیادہ زور دیا ہے۔

اس طرح کی باتیں اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ رائج الوقت تعلیمی نظاموں میں — خواہ عصری ہوں یا قدیم — ایک قابل توجہ اور قابل اصلاح پہلو یہ ہے کہ عملی زندگی سے ان کا تعلق کم ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طالب علم جب فراغت کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو اس کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوتی ہے، ملازمت کے سوا اس کے سامنے کوئی راہ نہیں ہوتی اور ملازمت کا حصول جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہوتا۔ عام طور سے محنتی اور جفاکش نہ ہونے اور کسی ہنر کے نہ جاننے کی بنا پر وہ کسی دوسرے کام کے لائق بھی نہیں رہتا۔ پھر یا تو رات دن اس آفس سے اس آفس ملازمت کی تلاش میں بادیہ پیمائی کرتے کرتے اس کے جوتے گھس جاتے ہیں یا پھر وہ غلط راہوں — قتل، ڈکیتی، اغوا وغیرہ

— کی طرف چل نکلتا ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ تعلیمی نظام سے یہ خامی دور کی جائے اور اسے عملی زندگی سے مربوط اور ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جائے۔ طلبہ کی اس طرح تربیت کی جائے کہ وہ کاہل اور کام چور نہ ہوں، کسی کام کو عار نہ سمجھیں، کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہوتا۔ انہیں بتایا جائے کہ دین کی خدمت کر کے معاوضہ لینا رخصت ہے، عزیمت نہیں۔ اسلام نے ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہنے یا دوسروں پر بوجھ بننے کے بجائے اپنی روزی آپ کمانے کی تعلیم دی ہے۔ انکی خودداری اسی صورت میں باقی رہ سکتی ہے کہ وہ اپنی معاش کا آپ انتظام کریں۔ زحمت سے گھبرائیں، نہ کسی پیشہ کو برا خیال کریں۔ اس کے لئے ارباب مدارس کو اپنے یہاں ٹیکنیکل تعلیم کا بھی شعبہ قائم کرنا ہوگا۔ انہیں چاہئے کہ طلبہ کو سند فراغت دینے سے پہلے انہیں کسی ہنر اور فن کی تربیت ضرور دیں۔ اس سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوگی۔ وہ جہاں رہیں گے اطمینان سے اپنی معاش کے حصول کے ساتھ دین کی خدمت بھی کر سکیں گے۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ محدثین اور فقہاء کو دیکھئے بالعموم ان کا اپنا کوئی الگ ذریعہ معاش ہوتا اور وہ دین کی خدمت بھی کرتے ہوتے اور یہ کام لِلّٰہ و فی اللّٰہ ہوتا۔ اس پر وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ جس کا نتیجہ تھا کہ وہ سچ مچ معلم تھے کسی کے ملازم نہیں، نہ مصلحت پرست، نہ موقع پرست۔ ان کی باتوں میں وزن تھا۔ نہ انہیں کوئی خرید سکتا تھا اور نہ کوئی ان کی زبان بند کر سکتا تھا۔ وہ آزاد تھے، آزاد فضاؤں میں سانس لیتے تھے۔ اگر ہم آج بھی چاہتے ہیں کہ یہ دور سعید پلٹے تو ہمیں اس پہلو پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہمارے سامنے اصل چیز معاش ہے اور معاش کی بہتری ہی ہمارا مقصود اور مطمح نظر ہے۔ معاش کا اپنا ایک مقام ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ ادھر جو آئے اپنی کشتی جلا کر آئے پھر پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔ اپنی پوری زندگی اور اپنی تمام صلاحیتیں اس راہ میں وقف کر دینے کے ارادہ سے آئے۔ یہ کام تو پوری پوری زندگیاں چاہتا ہے۔ اگر کوئی عمر نوح بھی رکھتا ہو تو کم ہے،

لیکن ظاہر ہے ہماری اس خواہش کا ساتھ دینا ہر طالب علم کے بس کی بات نہیں۔ سب کے حالات یکساں نہیں ہو سکتے، سب کی فطری مناسبت ایک نہیں ہو سکتی۔ لوگوں کی صلاحیتیں مختلف ہوتی ہیں اور مزاج ایک دوسرے سے جدا۔ کشتی جلا کر آنے کا سب سے مطالبہ کرنا نہ تو معقول ہے اور نہ مطلوب۔ جو لوگ اپنے حالات کی بنا پر ایک خاص مرحلہ کے بعد ہم سے الگ ہونا چاہیں ان کے لئے راستہ کھلا ہونا چاہئے۔ انہیں یہ نہ محسوس ہو کہ دنیا اندھیری ہے اور وہ اپنے کو کاروبار حیات کے لئے بے بس اور کمزور محسوس کریں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کو معاشی حیثیت سے کمزور اور پسماندہ کرنے کی جو سازشیں رچی جا رہی ہیں ان کا بھی تقاضا ہے کہ ہم اس پہلو کو نظر انداز نہ کریں۔ ہمارا نوجوان ہر طرح کے نامساعد اور ناموافق حالات سے نمٹنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے اندر حوصلہ نہ پا کر کاسہ گدائی ہاتھ میں لئے ملت کی رسوائی کا باعث بنے۔

پچھلے دنوں جامعہ دارالسلام عمرآباد میں حاضری کا موقع ملا۔ یہ اعلیٰ تعلیم کی ان چند درسگاہوں میں ہے جہاں مسلکی اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر جامعۃ الفلاح سے اس کی مماثلت اور قربت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس جامعہ کو دیکھ کر جہاں اور پہلوؤں سے خوشی ہوئی وہیں یہ چیز باعث اطمینان بھی اور اس کے ذمہ داروں کی بالغ نظری کا ثبوت بھی کہ انہوں نے اپنے یہاں مدارس کے فارغین کے لئے ٹیکنیکل تعلیم کا بھی انتظام کر رکھا ہے۔ ہم جب وہاں پہونچے ہیں تو طلبہ کمپیوٹر کی کلاس میں تھے اور کچھ دوسرے چمڑے کی مصنوعات مثلاً بیگ وغیرہ بنانا سیکھ رہے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ ان کے علاوہ اور بھی دوسرے فنون سکھانے کا انتظام ہے۔ جامعۃ الفلاح کے پیش نظر بھی یہ بات رہی ہے اور اس نے اس جانب عملاً پیش قدمی بھی کی تھی لیکن نہ معلوم کن وجوہ کی بنا پر بات آگے نہ بڑھ سکی۔

مدارس کے منتظمین جامعہ دارالسلام عمرآباد کی طرح اگر اس جانب پیش رفت کرتے اور مثلاً گھڑی سازی اور ریڈیو سازی، قالین سازی، زردوزی کا کام، خیاطی، خطاطی، جلد سازی، ٹائپنگ، کمپیوٹر، بجلی کے کام وغیرہ کی تربیت کا اہتمام اپنی سہولت کے مطابق کرتے تو بہت

بڑی خدمت ہوتی۔ کاش وقت کی یہ پکار ارباب مدارس کے کانوں تک پہونچ سکتی۔

وحدت الٰہ اور وحدت بنی آدم کا اسلامی تصور، ایک ایسا تصور ہے جو چھوٹے بڑے، کالے گورے، اور عربی عجمی کے درمیان تفریق کو ختم کرکے طبقوں میں بٹی انسانیت کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے، یہاں کوئی اونچ نیچ نہیں، کوئی چھوت چھات اور بھید بھاؤ نہیں، مشرق و مغرب کی کوئی تقسیم نہیں، سرمایہ دار اور ملازم کی کوئی حد بندی نہیں، سب خدا کے بندے، آدم کی اولاد، اللہ کی عیال اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام انہی فطری اصولوں کی بنیاد پر اپنے اندر ایسی کشش رکھتا ہے کہ آج بھی جبکہ پوری دنیا میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کوششیں جاری ہیں اور خود مسلمانوں کی بے عملی بلکہ بدعملی اس راہ کا بہت بڑا حجاب بنی ہوئی ہے، ہر طرف سے ظلم کی ماری، پیاسی روحیں اس کے چشمۂ صافی کی طرف بڑھنے کیلئے بیتاب ہیں اور عملاً کچھ صالح نفوس تمام رکاوٹوں کو توڑ کر اور ہر طرف سے بے پروا ہو کر اس دین حنیف کو گلے لگا رہے ہیں۔ دنیا کے ہر حصہ میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کی تبلیغ اور کوششوں کا کم دخل ہے۔ اسلام کی اپنی فطری کشش اور اس کی اثر آفرینی زیادہ ہے۔

اس آب زلال کی طرف بڑھتی ہوئی تشنہ لب روحوں کا استقبال کرنا، ان کے مسائل حل کرنا، انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا وقت کا ایک بڑا کام ہے۔ جس کی جانب سے مسلمان بالعموم غافل ہیں۔ رمضان میں جنوبی ہند کے سفر میں اسلامک سنٹر ویلور کو دیکھنے کا موقع ملا۔ نو مسلموں کو بنیادی دینی تعلیم دینے کا یہ ادارہ ہے، اس ادارہ کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ اسلام کی طرف اٹھنے والے قدموں میں عمر کی قید نہیں، برادریوں کی حد نہیں، ہر عمر کے افراد وہاں نظر آتے ہیں، مرد بھی عورتیں بھی، اونچی برادریوں والے بھی، نام نہاد نیچی ذات سے تعلق رکھنے والے بھی، اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی، کم پڑھے لکھے بھی، گورنمنٹ ملازم بھی اور تجارت کاروبار کرنے والے بھی۔ مادری زبان اردو یا ہندی نہ ہونے کی وجہ سے یہ شمالی ہند کی درسگاہوں کا رخ نہیں کر سکتے۔

ان نو مسلم طلبہ سے مل کر اور ان کے اندر اسلام سیکھنے کی تڑپ اور کچھ کر گزرنے کا جذبہ دیکھ کر یہ راز کھلا کہ اسلام کو مٹایا نہیں جا سکتا، اس کا مستقبل روشن ہے۔ اگر اس دین کیلئے ہم نہیں اٹھیں گے تو اللہ دوسروں

[illegible] پایا جاتا ہے۔

[illegible] اگر ہم نسلی مسلمان اگر اپنی اصلاح کر لیتے اور قول و عمل سے اسلام کی نمائندگی [illegible] کی شکل اختیار کر سکتی تھی اور یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا روح پرور منظر [illegible] دکھا سکتی تھی ۔

ابو جاوید بزمی
جامعۃ الفلاح بلریا گنج

بارگاہ رسالت مآبؐ میں

یہ دورِ پر فتن ہے یا محمدؐ — بڑا رنج و محن ہے یا محمدؐ
خرد کا نام ہے کہ جہاں میں — جنوں سایہ فگن ہے یا محمدؐ
کلی کا خون کرتی ہے بہاراں — عجب رنگِ چمن ہے یا محمدؐ
جہاں ارزاں ہے ناموسِ مسلماں — وہی اپنا وطن ہے یا محمدؐ
وہ بنتِ قوم جو شمعِ حرم تھی — وہ شمعِ انجمن ہے یا محمدؐ
لئے آنچل میں خونِ دل کی سرخی — یہ مفلس کی دلہن ہے یا محمدؐ
وہ عشرت گاہ کی رنگیں قبائی — یہ نعش بے کفن ہے یا محمدؐ!!
جواں ملت بیضا کی حالت — بڑی ہمت شکن ہے یا محمدؐ
وطن جس کا کبھی سارا جہاں تھا — وہی اب بے وطن ہے یا محمدؐ!
ترے دین کی نگہداری کا حامل — وہی دار و رسن ہے یا محمدؐ!
اجالا کر دیا جس نے جہاں میں — وہ فاراں کی کرن ہے یا محمدؐ
عطا بزمی کو وہ جذبہ دروں ہو — جو معراجِ سخن ہے یا محمدؐ!

خرید و فروخت میں دھوکا

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام. فادخل يده فيها. فنالت اصابعه بللاً. فقال: يا صاحب الطعام ماهذا؟ قال: اصابته السماء يا رسول الله. قال: افلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس؟ ثم قال: من غش فليس منا۔

(اخرجہ مسلم و ترمذی و ابو داؤد و احمد بن حنبل)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ نے اس ڈھیر میں اپنا ہاتھ داخل کیا تو نیچے کے غلے میں نمی محسوس کی۔ آپ نے دریافت فرمایا: غلے والے یہ کیا ہے؟ غلہ فروش نے کہا: یا رسول اللہ، اسے بارش نے آلیا تھا (اس لیے بھیگ گیا ہے)۔ آپ نے فرمایا: بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھتے؟ تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے (اور دھوکا نہ کھاتے)۔ پھر آپ نے فرمایا: جس نے دھوکا دیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[1]

[1] یعنی یہ ضروری ہے کہ آدمی جو چیز بیچے، اس کے عیوب اور خامیاں خریدنے والوں سے نہ چھپائے تاکہ وہ کسی دھوکے میں نہ رہیں۔ آپ کا فرمان ہے:

لا يحل لمسلم باع من اخيه بيعاً فيه عيب الا بينه له۔ (ابن ماجہ، کتاب التجارات)

"اہل ایمان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی عیب دار چیز اس کا عیب بتائے بغیر اپنے بھائی کے ہاتھ فروخت کر دے۔"

اسلام نے خرید و فروخت کے معاملات میں ضرر اور غرر سے گریز کا اصول رکھا ہے تاکہ فریقین ایک دوسرے کو دھوکا دینے اور نقصان پہنچانے سے باز رہیں۔ نہ وہ گھٹیا چیزوں کو اچھی چیزوں میں

...بھی اور نہ ناپ تول میں کمی کریں۔

لین دین کے معاملات میں بددیانتی، دھوکا اور ضرر رسانی معاشرتی زندگی کے لیے اتنی مہلک چیزیں ہیں کہ قرآن مجید نے کئی مقامات پر ناپ تول میں کمی بیشی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا ہے:

فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (الاعراف: ۸۵)	"ناپ تول پوری کرو، لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور اس طرح زمین میں اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے، اگر تم فی الواقع مومن ہو۔"

تجارتی کاروبار اور لین دین میں چونکہ اشیاء عام طور پر تولی یا ناپی جاتی ہیں، اس لیے اس آیت میں تجارت کے اسی غالب پہلو کا ذکر کیا ہے۔ اصل مقصود ان معاملات میں دیانت اور راست بازی کی تعلیم دینا ہے۔ اس لیے کہ بددیانتی اور دھوکا کوئی منفرد برائی نہیں، بلکہ یہ وہ بیماری ہے جس سے ایک قوم کئی دوسری بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس سے رشوت، سفارش، اقرباپروری اور معاشرتی ناانصافی جیسے ناسور وجود میں آتے ہیں۔ معاشرے کے افراد میں دھوکا اور ضرر رسانی کے رویوں کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ عدل و قسط کا وہ نظام جس پر کائنات قائم ہے، اب انسان کے ہاتھوں درہم برہم ہونے کو ہے۔ اور خالق کائنات کی صفت عدل کا تصور اس قوم میں مردہ ہو چکا ہے۔ ان اخلاقی بیماریوں کے ساتھ قوم کے اندر ایسا اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے کہ سرطان کی طرح جسم کے ریشے ریشے میں سرایت کر جاتا ہے۔ زندگی اپنے مرکز ثقل پر قائم نہیں رہتی۔ نتیجۃً تہذیب و تمدن کے سارے نظام ہی میں فساد و اختلال رونما ہو جاتا ہے۔

عام طور سے لوگ ایسے جرائم کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے، لیکن یہ جرائم ایسے ہیں کہ اگر ان کو ترک نہ کیا جائے، تو بالآخر تمدن کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتی۔ اسی چیز کو قرآن مجید 'فساد فی الارض' کہتا ہے۔ اور وہ ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

کائنات کی بنیاد عدل و قسط پر رکھی ہے، اس لیے اہل ایمان کو عدل و قسط کا علم بردار بننا چاہیے۔ چنانچہ وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اپنے دائرۂ اختیار میں معاشرے کے نظام کو اسی عدل پر قائم رکھیں۔

کوئی دھوکے باز اور ڈنڈی مارنے والی قوم دنیا میں نہ فروغ پا سکتی ہے، نہ پا سکے گی۔ چنانچہ کسی قوم کے اندر اس برائی کا پایا جانا اس بات کو جاننے کے لیے کافی ہے کہ وہ کسی تمدن کے قیام کی صلاحیتوں سے نہ صرف محروم ہے، بلکہ یہ خدا کی سرزمین میں باعث فساد بھی ہے۔ اللہ نے ایسی قوموں کو ہمیشہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیا ہے۔ اسے یہ گوارا نہیں کیا ہے کہ وہ عدل و انصاف سے تہی ہوئی کسی قوم کو عروج دے، کیونکہ اس کا اصول یہی ہے کہ وہ اعلیٰ اخلاق کے اصولوں پر قائم اقوام ہی کو دنیا میں بالادستی عطا کرتا ہے۔

ایسے جرائم، اگر انفرادی سطح پر بھی رہیں اور آدمی ان سے چھٹکارا پانے کی کوشش نہ کرے، تو ایک وقت آتا ہے کہ یہ چیزیں اس کے کردار کا حصہ بن جاتی ہیں اور دیمک کی طرح اس کے ایمان کو چاٹ جاتی ہیں۔ جان لینا چاہیے کہ اس درجے تک پہنچنے کے بعد آدمی کو جہنم کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرہ: ۸۱)	"البتہ جس نے کوئی برائی کمائی اور پھر اس کے گناہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا، تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

چنانچہ یہ جو فرمایا کہ دھوکا دینے والا ہم میں سے نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسی سنگین برائی ہے، جس کا ارتکاب اہل ایمان سے کسی حال میں نہیں ہونا چاہیے۔ ہر مسلمان کو اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ضرور اس کے ایمان میں نقص ہے، جس کی اصلاح کے بغیر وہ حقیقی فلاح نہیں پا سکتا۔

محمد حنیف اللہ پھلواری

مسلمانوں کا علمی شغف

پروفیسر محمد خاں ایم۔ اے سابق ناظم کتب خانہ سابق ریاست بھوپال کے الفاظ میں

"مسلمانانِ سلف میں عموماً علمی ذوق کا اندازہ ان تاریخی واقعات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے اساتذہ کی مجالس املا میں چالیس بلکہ ستر ہزار اور کبھی سوا لاکھ طلباء کا ہجوم ہوتا تھا۔ تیسری صدی ہجری کے مسلمانوں کو اقوال و احوال جمع کرنے کے شوق کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار دواتیں رکھی جاتی تھیں۔ علی ابن عاصم واسطی کے حلقۂ درس میں تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ خلیفہ متوکل نے حدیث کے درس کے لئے ابوبکر بن ابی شیبہؒ کو جامع رصافہ میں اور کے بھائی عثمان کو جامع منصوری میں مقرر کیا ان کے درس میں روزانہ تیس تیس ہزار آدمی جمع ہوتے تھے۔ امام ابن قیم جوزیؒ کے درس میں ایک ایک لاکھ کا مجمع ہوتا تھا۔ ابو حامد الاسفرائینی سات سات سو طالبعلموں کو ہر روز اصول فقہ کے کسی نئے مسئلہ پر درس دیا کرتے تھے ایک بار ابو مسلمؒ نے بغداد میں حدیث کا املا کیا۔ سات مستملی کھڑے ہوئے جو ایک دوسرے کو املا کی روایت پہنچاتے تھے۔ جو لوگ کھڑے کھڑے حدیث لکھنے میں مصروف تھے انہیں شمار کیا گیا تو پتہ چلا کہ چالیس ہزار سے زیادہ دواتیں تھیں ——— فریابیؒ نے بغداد میں املائے حدیث کیا تو حاضرین کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔ یزید بن ہارون نے جب بغداد میں درس حدیث کی مجلس منعقد کی تو حاضرین مجلس کا تخمینہ ستر ہزار لگایا گیا۔ ایک مرتبہ سلیمانؒ ابن حرب بصری نے املائے حدیث کی تو ان کی مجلس میں خلیفہ ہارون الرشید اور تمام امرائے خلافت حاضر تھے۔ جو لفظ امام ممدوح کی زبان سے نکلتا تھا اُس کو خود خلیفہ اپنے قلم سے لکھتا جاتا تھا۔ جب کل حاضرین کی تعداد کا تخمینہ کیا گیا تو تقریباً چالیس ہزار نفوس وہاں موجود تھے۔ امام عاصمؒ بن علی املائے حدیث کے واسطے بغداد سے باہر نخلستان میں ایک بلند چبوترے پر بیٹھتے تھے، معتصم باللہ نے ایک بار اپنا ایک معتمد شرکائے

مجلس کا اندازہ کرنے کے لئے بھیجا تو معتمد نے حاضرین کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی۔ حضرت امام بخاری جب تقریر کرتے تو سامعین میں دس دس ہزار محدثین، فقہاء، حفاظ اور اہل مناظرہ موجود ہوتے تھے۔ بغداد میں محدثین کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ مسلم بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا، حالانکہ میں دجلہ کے پل سے اتر کر نہیں گیا۔ امام بخاری کے شاگرد فربریؒ سے نوے ہزار آدمیوں نے صحیح بخاری کی اجازت حاصل کی۔ عوام میں تعلیم کا یہ عالم تھا کہ مشہور سیاح و مورخ ابن حوقل جب خوزستان کے شہروں سے گزر رہا تھا تو دو مزدوروں کو علمی بحث کرتے ہوئے مشاہدہ لکھا ہے کہ میں نے ایک حمال (مزدور) کو گزرتے ہوئے دیکھا کہ اس کے سر پر بھاری بوجھ لدا ہوا تھا اور دوسرا حمال بھی اس کے ساتھ جا رہا تھا اور دونوں التاویل (یعنی قرآنی آیات کی تفسیر) اور علم کلام کے حقائق و مسائل پر جھگڑتے جا رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ان دونوں پر جو بوجھ لدے ہوئے تھے، اپنے خیالات کے مقابلہ میں ان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔"

کتب بینی کا شوق

اس زمانے میں عربوں کے ذوق و شوق علم اور علمی چرچوں کا سب سے درخشاں پہلو یہ ہے کہ اس وقت تمام عربی ممالک میں کتابوں کا شوق پڑھتے پڑھتے جنون کے درجہ تک پہونچ گیا تھا۔ فان کریمر ابن رشد کی کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ اس کی صرف دو راتیں ایسی گزریں جن میں وہ مطالعہ نہ کر سکا ایک شادی کی رات اور دوسری جس دن اس کی والدہ کا انتقال ہوا۔ جاحظ مطالعہ میں مصروف تھا کہ کتابیں اس پر گریں اور دب کر اس دنیا سے رخصت ہوا فتح ابن خاقان تو بیت الخلاء میں بھی مطالعہ کیا کرتا تھا۔ امام زہریؒ کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ ان کی بیوی کہا کرتی کہ یہ کتابیں مجھ پر تین سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔

تصنیف و تالیف

تصنیف و تالیف کا سلسلہ اُس زمانے میں نہایت عام تھا۔ متفرق علوم و فنون کی کتابیں بکثرت تصنیف و تالیف کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے علم و ادب، صرف و نحو، علم فصاحت، تفاسیر، احادیث، تاریخ جغرافیہ،

ریاضی، علم ہیئت، طب، کیمیا، صنعت و حرفت اور دوسرے علوم و فنون پر بیشمار کتابیں تصنیف کیں اور سوانح عمریاں اور سفرنامے حوالہ قلم کئے اور دنیا کو اپنے کلام اور قلم سے مالا مال کیا۔ علم و فن کی ہر شاخ میں تصنیف و تالیف کا انبار لگا دیا۔ اکثر علماء کی تصانیف سو سے تجاوز کر جاتی تھیں۔ چنانچہ ابوبکر رازیؒ نے ۱۱۳ کتابیں لکھیں۔ حضرت امام شافعی کی تصنیفات کی تعداد ۱۴۳ تک پہونچی ہے۔ زکریا رازی اور ابو عبیدہ ابن نہیم دو دو سو کتابوں کے مصنف تھے۔ کندی نے ۲۳۱ کتابیں لکھیں۔ ابن شاہین نے تین سو کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں ایک ہزار جز میں تفسیر کبیر تھی اور ایک ہزار پانچ سو جز میں مسند تھی۔ جلال الدین سیوطیؒ، ابو محمد ابن حزم اندلسی، شیخ محی الدین ابن العربی، ابو محمد ابن ہانی، احمد بن عمر، احمد بن عیسیٰ البغدادیؒ نے چار چار سو کتابیں لکھیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے پانچ سو کتابیں لکھیں۔ امام بیہقیؒ، محمد بن المجاھد، ابن حبیب السلمیؒ، قاضی یحییٰ، ابو مروان اور عبدالملک نے ہزار ہزار کتابیں لکھیں۔ ابن خطیب قرطبی نے گیارہ سو کتابیں لکھیں۔ جلال الدینؒ حافظ کی تصانیف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی عمر کے حساب سے روزانہ نو صفحے اوسط پڑتا ہے۔ ابو موسیٰ جابر بن حیان نے مختلف علوم و فنون پر ۲۰۰ کتابیں لکھیں۔ امام ابن قیم جوزی نے دو ہزار کتابیں لکھیں۔ احمد بن عبدالدائم (استاد علامہ ابن تیمیہ) نے مختلف علوم کے دو ہزار مجلدات لکھیں۔ ابن الاعرابی نے اتنا لکھا کہ کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھا۔ کتابیں چھوٹی چھوٹی نہیں ہوتی تھیں بلکہ بلند پایہ ضخیم تصانیف ہوتی تھیں اکثر کتابیں متعدد جلدوں میں منقسم ہوتی تھیں۔ امام جوزی کی کتاب "المنتظم" دس جلدوں میں ہے ابن حیان نے اندلس کی تاریخ دس جلدوں میں اور دوسری ساٹھ جلدوں میں لکھی۔ تاریخ الامم گیارہ جلدوں میں، تاریخ ابن اثیر بارہ جلدوں میں، آغانی بیس جلدوں میں، جامع البیان تاویل القرآن پچیس جلدوں میں، الحاوی تیس جلدوں میں، قوت التاویل چالیس جلدوں میں، المظفری پچاس جلدوں میں، المتین اور الغبانات ساٹھ ساٹھ جلدوں میں جامع البیان فی تفسیر القرآن، مجمع الفوائد، تاریخ دمشق اسی اسی جلدوں میں۔ امام محمد نے اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ کے قلم صاف کرکے اس قدر روشنائی جمع کر لی کہ اسی سے تفسیر کی ایک ضخیم کتاب لکھی۔ ابو الفضل کے والد شیخ مبارک ناگوری نے اپنے

ہاتھ سے پانچ سو ضخیم کتابیں لکھی تھیں۔ تصنیف و تالیف کے شوق کا یہ عالم تھا قید خانوں میں بھی علماء نے اپنا کام جاری رکھا۔ چنانچہ مشہور حنفی فقیہہ امام سرخسیؒ (متوفی ۴۸۳ھ) کو حکمران وقت نے قید کر دیا تو قید ہی میں طلباء کو درس دیتے اور املا کراتے رہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآبادی ثم فرانساوی کا ایک خط الفرقہ سے اخبارات میں شائع ہوا تھا اس میں املا کی تفصیل لکھی تھی جو حسب ذیل ہے۔

کتاب المبسوط تیس جلد (سات ہزار بڑی تقطیع کے صفحے) شرح السیر الکبیر چار جلد (ڈیڑھ ہزار صفحے) اصول الفقہ دو جلد (ایک ہزار صفحے)

سیر و سیاحت

علماء کرام، صوفیائے عظام اور ماہرین علم و فن سیکھنے، اسلام کی اشاعت اور کتابوں کی جستجو میں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانا ضروری خیال کرتے تھے۔ تدوین احادیث کا جوش اس قدر غالب تھا کہ ایک ایک حدیث کو سننے اور تصدیق کرنے کی غرض سے علماء ہزاروں میل کا سفر گوارا کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں سفر میں جو دشواریاں تھیں وہ پوشیدہ نہیں۔ لیکن علم کے حاصل کرنے کے ذوق و شوق میں وہ نہایت خندہ پیشانی سے جوق در جوق دور دراز ممالک کے سفر کی تکلیف برداشت کرتے۔ ایک انگریز مصنف لکھتا ہے کہ اسلام کی ذہنی قابلیت علمی روشنی کا ایک ایسا زبردست مخزن تھی کہ اس سے تمام دنیا منور ہو گئی اور ہمارے پاس اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ بہت سے مسلمان علماء نے علم کی تلاش میں ایک ایسے زمانہ کے اندر طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کیں جبکہ سیاحت پُرخطر تھی ـــــ مسلمان تاجر بھی سیر و سیاحت کرتے، ان کے ذریعہ بھی بڑی حد تک اسلام کی اشاعت ہوئی۔ جرمنی مستشرق ڈاکٹر جوزیف ہیل لکھتا ہے کہ علمائے دینیات اصحاب رسول کی اولاد سے حدیثوں کو حاصل کرنے کے لئے سلطنت کا ایک ایک گوشہ چھان مارتے تھے۔ علماء لسانیات ہزار ہا خطرات کے درمیان وسط عرب کے بدوؤں سے قرآن اور قدیم شعراء کی زبان کا علم حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح جس شخص کو جس شعبہ سے دلچسپی تھی وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتا تھا جب تک کہ وہ اس موضوع پر مشہور و معروف فضلاء

اور ماہرین فن کے خطبات کو سن لیتا اگرچہ وہ عالم اسلامی کے دوسرے گوشے ہی میں کیوں نہ رہتے ہوں۔"

امام بخاریؒ نے چودہ برس کی عمر میں سیر و سیاحت شروع کی احادیث کی ترتیب کے سلسلے میں اٹھارہ برس صرف کئے اور خراسان، حجاز، مصر و شام وغیرہ کا سفر کیا۔ دو مرتبہ شام، چار مرتبہ بصرہ، اور چھ مرتبہ حجاز گئے۔ امام مسلمؒ نے حجاز، شام، رے، یمن اور بغداد کا سفر کیا۔ امام ابی داؤدؒ خراسان، بصرہ، کوفہ، شام، مصر، اور جزیرہ بلاد اسلامیہ کا زمانہ تک سفر کرتے رہے۔ امام دارمیؒ نے طلب حدیث میں حرمین، خراسان، عراق، شام اور مصر کا طویل سفر کیا۔ امام ابو حاتمؒ رازی نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پاپیادہ طے کی (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے) امام فسویؒ نے بیس، بخاریؒ نے اٹھائیس سال سفر میں گذارے۔ شیخ الاسلام بقی بن مخلدؒ نے دو سو اسی شیوخ سے حدیث روایت کی۔ (جس شیخ کے پاس گئے پاپیادہ گئے) ابن حیونؒ محدث اندلس، عراق اور حجاز کے شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابن المسقریؒ نے چار مرتبہ ممالک ایشیا، افریقہ، اور اسپین کا سفر کیا۔ دس بار بیت المقدس گئے، صرف ایک نسخہ درس حقانہ کے حاصل کرنے کے لئے ستر منزل کا سفر کیا۔ امام حفص بن حنبل نے چالیس برس مختلف قبائل کی زبانوں کی تحقیقات کے لئے صحرائے عرب میں بسر کئے۔ ابن رومیہ (حبیب اندلس) نے نباتات کے حالات دریافت کرنے کے لئے مصر، شام، عراق کا سفر کیا۔ ضیاء الدین ابن بیطار نے نباتات کی تحقیقات کے لئے یونان اور اسپین کے ملکوں کا سفر کیا۔ محمد اسمٰعیل ترخیؒ نے ہیئت و نجوم سیکھنے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا اور برسوں یہاں قیام پذیر رہے۔ ابوریحان نے بھی ہندوستان کا سفر کیا، یہاں رہ کر سنسکرت زبان سیکھی اور ہندوؤں کے علوم و فنون کا برسوں مطالعہ کرکے "کتاب الہند" کے نام سے ایک بے نظیر تصنیف یادگار چھوڑی۔ المقدسی سیاح نے تقریباً تمام ممالک اسلامیہ کا سفر کیا اور اپنی مشہور کتاب "احسن التقاسیم فی الاقالیم" لکھی۔ یاقوت ابن عبداللہ الحموی نے ممالک اسلامیہ کا سفر کیا اور معجم البلدان و معجم الادباء لکھی۔ حافظ الحدیث ابو العباس رازی نے جو مادر زاد نابینا تھے بلخ، بخارا،

نیشاپور، اور بغداد، کا سفر کیا۔ امام ابو زکریا نے بخارا سے سفر شروع کیا اور قیروان (افریقہ) میں انتقال کیا۔ حافظ ابن طاہر مقدسی نے طلب حدیث کے لئے کتابیں وغیرہ پیٹھ پر لادے ہوئے پاپیادہ مکہ، کوفہ، دمشق، حلب، اصفہان، نیشاپور، بصرہ، وغیرہ کا سفر کیا۔ حافظ ابن عبداللہ اصفہانی نے حدیث حاصل کرنے کے لئے ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند، کرمان، نیشاپور وغیرہ ایک سو بیس مقامات کا سفر کیا۔ مکحولؒ ایک مصری غلام نے تمام حجاز، عراق اور شام کا سفر صرف اس لئے کیا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صحیح حدیث معلوم کریں اور آخر کار زیادہ بن جاریہ التمیمی سے انہیں ایک حدیث ایسی دستیاب ہوئی جو حبیب بن مسلمۃ الفہری ہی سے روایت کی گئی تھی۔ حافظ ابو الخطاب اندلسی نے تحصیل علم کے سلسلے میں سارے اندلس کا سفر کیا، پھر مراکش، حبش، مصر، شام، عراق، خراسان کی سیاحت کی۔ یحیٰی بن عیسیٰ اللیثی (متوفی ۲۳۴ھ) قرطبہ سے روانہ ہو کر مدینہ میں امام مالک، مکہ میں سفیان بن عیینہ اور مصر میں لیث بن سعد، عبداللہ وہب، عبدالرحمٰن بن قاسم سے مستفیض ہو کر قرطبہ واپس گئے۔ سہیل بن عبداللہ التستریؒ تیرہ سال کی عمر میں بصرہ گئے پھر آبادان، جہاں حمزہ بن ابی عبداللہ سے عرصہ دراز علم حاصل کرتے رہے۔ حسنین بن اسحاق نے طب کی کتابیں جمع کرنے اور علم طب میں اضافے کے خیال سے مختلف مقامات کے بارہا سفر کیا یہاں تک کہ وہ سلطنت بزنطینی کے سرحدی شہروں تک جا پہنچے۔ پروفیسر نکلسن کا بیان ہے کہ "علم کے متلاشی تینوں براعظموں میں گھوم کر اپنے وطن کو اس طرح لوٹے جیسے شہد کی مکھیاں شہد سے بھری ہوئی اپنے چھتے میں آتی ہیں اور علم کی یہ بیش بہا دولت جو وہ جمع کرکے لائے تھے اپنے بے شمار شاگردوں میں تقسیم کردی اور حیرت انگیز محنت و مشقت برداشت کرکے قاموس جیسی کتابیں تصنیف کر ڈالیں ان ہی تصانیف سے علوم جدیدہ نے بے حد و حساب استفادہ کیا" (LITERARY HISTORY OF THE ARABS)

مصنفین کی شاہانہ سرپرستی

شاہان اسلام اور امراء کی علم دوستی اور ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جاحظ المتوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب "الحیوان"

عبدالملک الزیات کی خدمت میں پیش کی تو اسے پانچ ہزار اشرفیاں عطا کی گئیں۔ اسی طرح "البیان والتبیین" احمد بن داؤد کی خدمت میں اور "الزرع والنخل" ابراہیم بن عباس الصولی کی خدمت میں بھیجی تو دونوں جگہوں سے اسے پانچ پانچ ہزار اشرفیاں ملیں۔ الفرج متوفی ۹۶۷ھ نے اپنی مشہور کتاب "الآغانی" مرتب کی تو سیف الدولہ الحمدانی حاکم حلب اور اسپین کے بادشاہ الحکم ثانی نے ہزار ہزار دینار سرخ بطور انعام بھیجے۔ ابن زکریا الرازی نے سلطان منصور بن اسمٰعیل سامانی کے نام سے منسوب کیا ایک کتاب پیش کی تو اسے منصور نے ایک ہزار دینار انعام دئے۔ ابو عبیدہ قاسم بن سلام کی کتاب "غریب المصنف" کو دیکھ کر عبداللہ بن فود العیمین نے دس ہزار درہم ماہانہ مقرر کر دیا۔ مجدالدین الفیروز آبادی بڑے سیاح عالم تھے اونٹوں پر کتابیں لاد کر ایک اسلامی ملک سے دوسرے اسلامی ملک میں آتے جاتے تھے۔ تیمور لنگ نے پانچ ہزار اشرفیاں نذر کیں۔ یمن کے بادشاہ الملک الاشرف کے پاس اپنی ایک کتاب ایک طباق میں رکھ کر پیش کی تو اس نے اس کو چاندی بھر کر واپس کیا۔ نصر بن احمد سامانی کی خواہش پر فارسی کے مشہور شاعر رودکی نے "کلیلہ دمنہ" کا منظوم ترجمہ کیا تو اس کے صلے میں اس کو چالیس ہزار درہم عطا کئے۔ ملا عرفی نے ایک ساقی نامہ لکھا اس کے صلے میں مرزا عبدالرحیم خان خاناں نے اس کو دس ہزار روپے اور ہاتھی گھوڑے عطا کئے۔

وزراء اور امراء کی علم دوستی

جس مذاق و شغل کے حکمراں ہوتے ہیں، اسی مذاق کے ارکان حکومت اور اعیان بھی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ شاہان اسلام کی طرح وزراء اور امراء اسلام نے بھی علوم و فنون کی سرپرستی میں خوب خوب فیاضیاں دکھائیں اور ہر امیر علمی فیاضی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتا۔ ان کے سایے میں ارباب کمال بھی پرورش پاتے اور علوم و فنون بھی سرسبز ہوتے رہتے۔ مورخ گبن لکھتا ہے کہ "مسلمان گورنر اور وزیر علم و ماہرین علم کی قدردانی میں خلفائے اسلام کے ساتھ ہمسری کرنے کے بڑے شائق تھے۔ اجراء مدارس اور امداد طلباء میں نہایت فیاضی سے کام لیتے تھے" اسکاٹ کا بیان ہے کہ "چونکہ خلفاء خود علم و فن کے قدرداں ہوتے تھے۔ اس لئے اپنے آقاؤں کو دیکھ کر امراء و

حکام بھی اس صفت میں ایک دوسرے سے مسابقت کرتے تھے، مدارس اور دارالعلوم قائم کرتے تھے، ایجادات اور معلومات پر انعامات دیتے تھے"

وزراء اور امراء کے مکانوں پر اکثر علمی و ادبی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں علماء فضلاء اور شعراء مختلف علمی مسائل پر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے، تصنیف و تالیف اور ترجمے کے کاموں میں حد درجہ دلچسپی لیا کرتے اور رقمیں کھول کر خرچ کرتے۔ برامکہ اور موسیٰ بن شاکر کے خاندان علم دوستی کے لئے بہت ممتاز ہیں۔ برامکہ کا خاندان ہارون الرشید کے زمانے میں انتہائی عروج کو پہونچ گیا تھا۔ اور علوم و فنون کی سرپرستی میں بڑا نام پیدا کیا ان کے زمانے میں علماء فضلاء اور ارباب کمال پر زر و جواہر کی بارش ہوتی تھی۔ بنو شاکر (یعنی محمد احمد اور حسن) وہ لوگ تھے جنہوں نے علوم قدیم کی جستجو میں انتہائی کوششیں کیں ان کے لئے مال و دولت کو صرف کیا، اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالا اور روم کے شہروں میں ایسے لوگ روانہ کئے جو نادر کتابیں وہاں سے نکال کر اس کے پاس لائے اور ان لوگوں نے ان کے نقل و ترجمہ کے لئے دور دور سے گرانقدر معاوضہ پر مترجمین بلوائے اور حکمت کے عجائبات کو ظاہر کیا۔ حسنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ اور حبیش بن الحسن وغیرہ جیسے ممتاز اہل علم یہاں ترجمہ کے لئے ملازم تھے۔ جن کی تنخواہوں کا ماہانہ خرچ پانچ سو دینار تھا۔

سلطان الپ ارسلان کے مشہور و معروف علم دوست وزیر نظام الملک طوسی کی علمی فیاضیاں بہت مشہور ہیں، مدرسہ نظامیہ بغداد کے علاوہ اس نے بہت سے مدارس اور کتب خانے قائم کئے جن پر وہ لاکھوں روپے سالانہ خرچ کرتا تھا۔

خلیفہ مستنصر باللہ فاطمی کا وزیر اعظم بدر جمالی بڑا علم دوست تھا۔ علماء اور ارباب فن کی سرپرستی کرتا۔ شعر کا بھی ذوق تھا۔ اس کے دربار سے بڑے بڑے شعراء وابستہ تھے۔ امراء کے دربار میں وزیر محمد بن عبدالملک الزیات کا نام بھی بہت مشہور ہے۔ مترجموں اور کاتبوں پر جو وہ خرچ کرتا تھا اس کا اندازہ دو ہزار اشرفی ماہانہ تھا۔ اس کے عنوان سے بہت سی کتابیں ترجمہ کی گئیں وہ ان لوگوں میں منسوب ہوتا جن کے واسطے یونانی زبان کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں۔ اس کے نام سے اکابر اطباء کی ایک جماعت مثلاً یوحنا بن ماسویہ اور جبرئیل بن بختیشوع

سے کتابیں ان کو لکھیں۔ علامہ رشید الدین فضل اللہ بادشاہ غازان تبریز کا وزیر تھا، علامہ نے علماء فضلاء اور شعراء کی قدر دانی اور ہمت افزائی کی۔ آپ کے جود و کرم نے دور دور کے علماء، فضلاء اور شعراء کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ ہر فن کے استاد کامل اس کے محفل ادب میں جمع ہو گئے تھے، اس زمانہ کے اکثر اہل علم اور مصنفین نے علامہ کے نام سے بڑی بڑی کتابیں لکھیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے دربار کے ایک علم نواز امیر ملک الامراء فخر الدین کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے یہاں بارہ ہزار وظیفہ خوار کلام پاک پڑھنے کے لئے مقرر تھے۔ سلطان بلبن کے بھتیجے علاء الدین کشلی خاں کے متعلق ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ وہ سخاوت میں اپنے وقت کا حاتم تھا۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ مصر، شام، روم، بغداد، خراسان، ترکستان، ماوراء النہر وغیرہ مشہور مقامات سے علماء اور شعراء اس کی بخشش کا حال سن کر اس کے یہاں آتے اور انعام و اکرام سے مالا مال ہو کر اپنے وطن واپس جاتے۔ اپنی بخشش اور سخاوت کی وجہ سے وہ ہر شہر اور ہر ملک میں مشہور تھا۔ خواجہ شمس معین نے ایک بار کشلی خاں کی شان میں مدح پڑھی تو اس نے خواجہ کو اپنے یہاں بلا کر مجلس نوروز کا تمام قیمتی سامان اس کو دے دیا۔ فرشتہ لکھتا ہے اکثر ایسا ہوا کہ کشلی خاں اپنا کل سامان انعام و اکرام میں لٹا دیتا تھا، یہاں تک کہ اس کے پاس بدن کے کپڑے کے سوا کچھ نہ رہتا۔ سلطان سکندر لودھی کے عہد حکومت میں ایک امیر مسند علی خاں کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی صاحب علم اس امیر کا وظیفہ یاب ہوتا، انتقال ہو جاتا تو وظیفہ اس کے پس ماندگان کی طرف منتقل کر دیا جاتا اور اگر وہ صرف بیوی چھوڑ جاتا تو اس خاتون سے کہا جاتا کہ کسی کو متبنیٰ کرے پھر اس متبنیٰ کو اپنے خرچ سے تعلیم دلواتا۔ نواب مرشد قلی خاں صوبہ دار بنگال کے ہاں ڈھائی ہزار قاری ملازم تھے۔

حافظ الملک کے عہد میں روہیل کھنڈ میں پانچ ہزار علماء و فضلاء مساجد اور سرکاری مدارس میں درس و تدریس میں مشغول تھے۔ ہر ایک عالم اور فاضل کی اس کے علم و فضل کے موافق تنخواہ مقرر تھی۔

سہ گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را ۔

عبدالبر اثری فلاحی

حیات نو کیسا ہو

ایک خاکہ

کسی بھی کام کا جب تک ہدف متعین نہ ہو اور اس کے لئے سمت سفر طے نہ ہو اس وقت تک اس کا صحیح رخ پر انجام پانا اور تکمیل تک پہونچنا ناممکن ہوتا ہے چنانچہ اسی اہمیت کے پیش نظر جس وقت حیات نو کے اجراء کا فیصلہ کیا گیا تھا اسی وقت یہ بھی طے کر دیا گیا تھا کہ اس سے کیا مقاصد حاصل کئے جائیں گے اور اس کا رخ کیا ہوگا ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ایک مرتبہ اس کا واضح خاکہ قارئین کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ اسی کی روشنی میں پڑھیں اور مشورے دیتے رہیں۔ نیز اہل قلم اسی کی روشنی میں اپنی نگارشات تیار کر کے بھیجیں تاکہ اجراء کے مقاصد باحسن طریق حاصل ہو سکیں۔

اس کے عمومی مواد کے لئے چار بنیادیں تجویز کی گئیں۔

(۱) تحقیق (۲) تعلیم (۳) تحریک (۴) رابطہ یہی چار چیزیں اس کے اندر روح کی طرح پائی جانی چاہئے۔ البتہ اس کے کچھ ابواب نقوش کچھ اس طرح ہونا چاہئے۔

۱۔ **اداریہ:۔** دو تین صفحات پر مشتمل ہو جس میں مقاصد جامعہ کا تعارف، مسائل حاضرہ میں اسلام کے مطابق رہنمائی نیز باطل افکار و خیالات کا جائزہ وغیرہ امور ملحوظ رکھے جائیں۔

۲۔ **آیت ربانی:۔** دو صفحات پر مشتمل ہو قرآن کی مختلف منتخب آیات مع مختصر تشریح دی جائیں۔ جس میں تحقیقی تربیتی اور دعوتی پہلو نمایاں ہو۔ مختلف موضوعات کے تحت سلسلہ وار سے جاری رکھا جائے۔ مثلاً انبیاء کرام کے دعوتی خطبات وغیرہ

۳۔ **ہدایت رسول:** دو تین صفحات پر مشتمل ہو۔ منتخب احادیث مع ترجمانی و تشریح نقل کی جائیں۔ اس میں بھی تحقیقی، تربیتی اور دعوتی پہلو نمایاں ہو۔ مختلف موضوعات کے تحت سلسلہ وار اسے جاری رکھا جائے۔ مثلاً مجموعہ احادیث برائے خواتین، مجموعہ احادیث

برائے اطفال وغیرہ

ع۴. **بحث ونظر**: پانچ چھ صفحات پر مشتمل ہو اس کے تحت مختلف علمی، سیاسی اور تحریکی مسائل پر تنقیدی نظر سے بحث کی جائے اور پھر صحیح حل کی طرف رہنمائی کی جائے۔
مثلاً علمی "قرآن اور مستشرقین" سیاسی "نیو ورلڈ آرڈر" تحریکی "قیادت یا جمود" وغیرہ

ع۵. **تراجم واقتباسات**: حسب ضرورت صفحات پر مشتمل ہو۔ مختلف معاصر رسائل وجرائد نیز دوسری زبانوں میں شائع ہونے والے رسائل وجرائد میں سے اہمیت کے حامل مضامین کو اس کے تحت جگہ دی جائے۔ تاکہ حیات نو کا حلقہ قارئین بھی اس سے مستفید ہو سکے۔

ع۶. **تعارف ادیان وفرق نیز ان کا تقابل**: تین چار صفحات پر مشتمل ہو۔ اس کے تحت اس وقت موجود ادیان وفرق کا مختصر تعارف نیز ان کے امتیازات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ان کا تقابل بھی پیش کیا جائے۔ خصوصاً ہندوستان میں موجود ادیان وفرق کو موضوع بحث بنایا جائے۔ مثلاً ہندوؤں کے مختلف فرقے وغیرہ۔

ع۷. **فتاوی**: دو صفحات پر مشتمل ہو۔ روزمرہ کی زندگی میں پیش آمدہ نئے نئے مسائل کو زیر بحث لایا جائے اس سلسلے میں جوابات کو قرآن وحدیث کی روشنی میں مرتب کیا جائے نہ کہ اقوال رجال کی بنیاد پر جیسا کہ اوروں کے یہاں رائج ہے۔

ع۸. **تعلیم وتربیت**: تین چار صفحات پر مشتمل ہو۔ مختلف تعلیمی، تربیتی اور تدریسی امور سے بحث کی جائے، اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو اجاگر کرنا پیش نظر ہو۔ اس ضمن میں درج ذیل پہلو خصوصاً ملحوظ رکھے جائیں

(الف) **نصابی کتابوں کا تعارف**: ان کی خصوصیات نیز مصنفوں کی مختصر سوانح وغیرہ۔

(ب) **تعارف مدارس**: (خصوصاً نمائندہ مدارس) اس سلسلے میں درج ذیل ضروری نکات ملحوظ رکھے جائیں۔ سن قیام، مؤسس، پس منظر، نصاب کی خصوصیات، رفتار ترقی، فاضلین وغیرہ، ملی تاریخی کردار، موجودہ صورت حال وغیرہ۔

(ج) مختلف تعلیمی تجربات اور سرگرمیوں کا تعارف تاکہ افادہ واستفادہ کا کام عام ہو سکے۔

(د) اخبار مدارس: مختلف مدارس کی اہم خبروں سے دیگر مدارس اور بہی خواہوں نیز عوام کو باخبر رکھنا۔

(ہ) اخبار علمیہ: مختلف علمی، تحقیقاتی اور تعلیمی خبروں سے آگاہ کرنا

(و) مراجع ومفید کتب کا تعارف نیز مختلف اہم موضوعات پر مراجع ومصادر کی نشاندہی وغیرہ

ع۹. **سیر وسوانح**: چار پانچ صفحات پر مشتمل ہو۔ مختلف تحریکی شخصیات جو اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں بطور خاص ان کے تذکرے دعوتی، تربیتی اور تعمیر سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے۔

ع۱۰. **شعر وادب**: ۲ صفحات پر مشتمل ہو مختلف تعمیری نظمیں ترانے اور غزلیں وغیرہ نیز عربی اور اردو ادب کے گمنام گوشوں کو منظر عام پر لانا۔

اس ضمن میں دو گوشے خاص طور سے ملحوظ رکھے جائیں۔

(الف) زبان وادب کی غلطیاں درست کرنے کیلئے "اپنی غلطیاں درست کیجئے" جیسے کالم کے ذریعے اصلاح کی کوشش۔

(ب) مولانا جلیل احسن صاحب ندوی مرحوم کے مرتبہ "جدید لغت" (ناقص) کے مسودے کو لائق اشاعت بنا کر منظر عام پر لانا۔

ع۱۱. **تعارف وتبصرہ**: تین چار صفحات پر مشتمل ہو۔ نئی نئی کتابوں کی خوبیاں اور خامیاں مختصراً اجاگر کی جائیں۔

ع۱۲. **جامعہ اور انجمن کے لیل ونہار**: حسب ضرورت (الف) اس کے تحت جامعہ کی تعلیمی سرگرمیوں، اس کی ترقیات نیز دیگر احوال سے باخبر کرنا (ب) انجمن کی سرگرمیوں اور مختلف یونٹوں وسرکلوں کی رپورٹ وغیرہ کی اشاعت۔ (ج) "کون سی وادی میں ہے کون سی منزل میں ہے" طلبہ قدیم کی علمی، دعوتی، تعلیمی اور شخصی احوال وکوائف نیز ان کے رفتار ترقی سے باخبر کرنا۔ وغیرہ

ع۱۳. **گوشۂ طلبہ**: دو تین صفحات پر مشتمل ہو۔ اس کے تحت طلبہ کی رہنمائی کا سامان فراہم کیا جائے نیز ان کی کاوشوں کو جگہ دی جائے گی۔

۱۴۔ **متفرقات:** چار صفحات پر مشتمل ہو۔

(الف) مولانا جلیل احسن صاحب ندویؒ کے کاموں کی تکمیل اور ان کی اشاعت۔

(ب) جنرل نالج

(ج) حلقۂ یاراں

(د) گوشۂ خواتین

(ہ) انٹرویو

(و) مختصر سوال و جواب (مختلف نوعیتوں کے)

(ی) طنزیات

اردو کا واحد تعلیمی جریدہ ـــــ اردو اساتذہ کا ترجمان

ماہنامہ آموزگار جلگاؤں

زیر ادارت: پروفیسر اکبر رحمانی ۔ محمد حسن فاروقی

مسودۂ نئی تعلیمی پالیسی نمبر، ووکیشنل گائڈنس نمبر، تعلیمی انتخاب نمبر، قومی یکجہتی نمبر اور تعلیمی حقوق نمبر کے بعد ادب اطفال نمبر، تاریخ نمبر، معیار تعلیم نمبر، اقبال نمبر اور انتخاب نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ آج ہی آموزگار کے خریدار بن کر یہ نمبر حاصل کریں۔ قیمت فی شمارہ ۶ روپے

سالانہ زر تعاون: ۵۰ روپے

نمونہ کا پرچہ طلب کرنے کے لیے ۴ روپے کے ۵۰ پیسے والے ٹکٹ بھیجیے۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ:

ماہنامہ "آموزگار"، ۳، رجوانی بلڈنگ جلگاؤں ۴۲۵۰۰۱ (مہاراشٹر)

لکھ رہا ہوں جنوں میں کیا کیا!

ابواللسان نقوی

بھوت ہے جب سوار ہو جائے

یہ کالم کئی ماہ قبل تحریر کیا گیا تھا۔ کاتب کے یہاں سے گم ہو جانے کے بنا پر اسے دوبارہ تیار کرانا پڑا۔ اسے "وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا" شائع شدہ اپریل و مئی ۱۹۹۳ء کے پہلے آنا چاہیے تھا۔ بہر کیف معذرت کے ساتھ اس شمارہ میں نذر قارئین ہے (ادارہ)

بھوت کیا ہے اور کیسا ہوتا ہے؟ یہ گتھی آج تک نہیں سلجھ سکی۔ زمانۂ قدیم میں اسے سلجھانے کی ہمت تو ایک مرد دلاور نے خوب کی تھی مگر وہ خود ایسا الجھا کہ اپنی پوری عمر عزیز تو ری پاگل خانے کے زیر سایہ "حق مغفرت کرے" گذارنی پڑی۔ پھر تو کسی نے ہمت ہی نہ کی۔ بڑے اچھے یہ کہتے نظر آئے کہ بھوت کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ خود چچا غالب کا بھی یہی کہنا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا جب ایک بچے نے کالے برقعے سے ڈر کر رپورٹ دی ـــ بھوت دیکھا [illegible] بہت ہی ڈرا ـــ تو چچا غالب نے اسے یوں تسلی دی تھی ـــ کالا دھوکہ نہیں، بھوت ہوتا نہیں ـــ لیکن پتہ نہیں کیوں میں بھوت کے وجود کی بابت کچھ نرم گوشہ رکھتا ہوں۔ اگر اس کا مزاج جناتی نہ ہوتا تو میں اسے آنکھوں پر ضرور بٹھاتا۔ شیطان جب اپنے دادا کے جسم میں نکلے تو وہ مرد، بنا دادا یعنی کہ بھوت ہو جاتا ہے۔ اطمینان قلب و جگر کے لیے روڈ لغات و معاجم کے ایک عظیم گرد گھنٹال ابن منظور کی لسان دیکھ لیجیے۔ دیکھنا نہ آئے تو کسی مولانا سے دکھوا لیجیے پر واضح رہے کسی ٹٹ پونجیا مولانا سے مت کہہ بیٹھئے گا کہ لفظ عفریت کو کسی سادہ لغت ہی میں نکالا ہے کسی [illegible] کا رنگ نہیں ہے چہ جائیکہ لسان العرب کہ جہاں انتہی لکھا بھی ہے اور خیر سے اس کی پندرہ جلدیں بھی ہیں۔

لباس کا مسئلہ تو ہر زمانے میں مختلف فیہ رہا ہے خصوصاً مولویوں کے نزدیک شلوار کی گرہی پائجامے اور جوتے، ٹخنے پائجامے کا مسئلہ، پتلون سوٹ اور صوفیانہ سوٹ کا تنازع، مودودی اور

مذہبی اور دو پلی ٹوپیوں کی باہمی چپقلش کا سوال اگر ٹخنے تک کی قمیص اور اونچی بہار پاجامے کیا تھا ساتھ چھوٹے بھائی کے کرتے اور چھوٹے بھائی کے پائجامے کی نوک جھونک کا بڑا ہم اور خاص طور سے آج کل بعض دقیانوسی ملاؤں کی جانب سے پینٹ، شرٹ اور سفاری سوٹ کی کراہیت کے فتوی اور بعض دیگر دوراندیش مولویوں کی جانب سے دورِ حاضر کی نزاکت کے پیش نظر عیسائی مذہب کی رواداری میں ٹائی تک باندھنے کو مستحب قرار دئے جانے کے اعلان کا تضاد وغیرہ وغیرہ ـــــ پر حضرت بھوت کا لباس ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے وہی کالے قوی ہیکل بدن پر سیاہ بھجنگ جبہ و دستار کے ساتھ ساتھ ایک عدد لنگوٹی جس سے ان کی مستقل مزاجی پر بھی روشنی پڑتی ہے ـــــ خاص بات یہاں ذکر کرنے کی یہ ہے کہ برہمنوں کے جنیو کی طرح اپنی لنگوٹی کو بھی انہوں نے کسی زمانے میں خود سے جدا نہ ہونے دیا ـــــ

افریقہ کے دور افتادہ علاقے میں ان سفید فام قوی الجثہ اور آہنی بازوؤں والے سرکاری نوجوانوں کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ جو ایک مشہور زمانہ بھوت کو علاقہ بدر کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور انہوں نے اسے شہر بدر کر بھی دیا تھا۔ بھوت کے اثاثے سے انہوں نے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں مگر وہ صرف اس کی لنگوٹی ہی پا سکے تھے ـــــ ان میں سے ایک نے سرِ عام جو کہا تھا بجا کہ بھوت کی لنگوٹی ہی سہی ـــــ پر لنگوٹی ایسی ویسی نہیں تھی ـــــ اس میں ان سب کی ایک ایک قمیص آرام سے بن گئی تھی ـــ انہیں قمیصوں میں سے ایک کو نسلاً بعد نسل وراثت میں پانے کا شرف بل کلنٹن کو بھی حاصل ہے اسی بنا پر تو وہ بھوت کا لنگوٹیا یار ہے۔ پر اس گدھے نے یہ بھی نہیں سوچا کہ یہ ایک تاریخی شاہکار حفاظت کے ساتھ دفن رکھنے کی چیز ہے۔ اسے کاٹ چھانٹ کر اپنے لئے ایک شرٹ بنوالی اور اس سے بچے کچھے چندی ٹائپ کپڑے کو گانٹھ کر اپنی اسسٹنٹ کے لئے ایک عدد ہیٹ جس کی شادی جارج بش کی کتیا سے ہوتے ہوتے بچ گئی تھی۔

بھوت کا نظارہ کرنا بھی کرامتے بچشم سر دیکھا ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کی قسمت میں کہاں۔ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا۔ پر اس کے لئے مضبوط دل گردے کی بھی ضرورت ہے۔

بہتیرے لوگ تو فقط اس کا نام ہی سن کر ایسے جھٹکے لیتے ہیں جیسے انہیں برقی شاک لگے ہوں نیز بے شمار شخصیات ایسی بھی ہیں جو اس کے محض سایے اور بھولے ہی سے ایسا خوف کھاتے ہیں کہ رب ذوالجلال سے بھی ویسا خوف کاہے کو کبھی کھایا ہوگا یعنی کہ اس قدر غشی پہ غشی اور اتنے شدید دورے پہ دورے کہ الاماں والحفیظ ـــــ ہمارے پڑوسی ہی کا واقعہ ہے۔ حافظ نوال کو کون نہیں جانتا۔ سب فن میں کمال انہیں کیا نہیں آتا۔ خاص طور سے جرأت و شجاعت کے میدان میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ دور دور تک ان کی بہادری اور دیدہ دلیری کا ہنگامہ ہے ـــــ ابھی پچھلے ہفتے وہ اپنے کھیتوں سے واپس آرہے تھے۔ رات کے نو بجے سے زیادہ کا وقت نہ رہا ہوگا، اندھیرے کا پھواڑہ ضرور تھا ـــ گاؤں سے ایک فرلانگ باہر قبرستان کے نکڑ پر ان کا ماتھا ٹھنکا ـــــ انہوں نے دیکھا ایک دیو ہیکل بھوت ہاتھی کی طرح جھوم رہا ہے اب تو ان کی پونک کھسک گئی۔ اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے ـــ اچانک انہوں نے ایک فلک شگاف چیخ لگائی اور غش کھا کر زمین بوس ہو گئے ـــــ خیریت ہوئی کہ قریب ہی نوبھو دھوبی اپنا گدھا ڈھونڈ رہا تھا ـــ چیخ سنتے ہی وہ جائے واردات پر پہنچا۔ گاؤں اطلاع ہوئی ـــــ کسی طرح انہیں لاد پھاند کر گھر لایا گیا ـــ بارہ بجے ہوش آتے ہی وہ پھر دہاڑے مگر دھیرے دھیرے نارمل ہو گئے البتہ ان کا جو اسہال اس شدت سے جاری ہوا کہ دنیا جہاں گویا کھانے سے کیا جاری ہوا ہوتا۔ مکمل ایک ہفتے ان کا فقیں ہیڈ روم بیت الخلاء میں تبدیل رہا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اگلے روز تحقیق کرنے سے پتہ چلا کہ حضرت بھوت خود مارے ڈر کے سرپٹ کے جھنڈے میں تبدیل ہو گئے ہیں ـــــ یہی حال ایک بار واشنگٹن میں جلالۃ الملک یعنی کہ شاہ فہد زید مجدہم کا بھی ہوا تھا۔

بھوت کی سواری بھی بہت مشہور ہے۔ موٹر، بس، ٹرین اور ہوائی جہاز کے بجائے وہ آدمیوں کی سواری زیادہ پسند کرتا ہے اور آدمیوں میں بھی زنانِ عاشقان اولیاء کی سواری تو اسے ایسے پسند ہے جیسے کسی کابلی پٹھان کو لحم بادرگاہ۔ کہ بغیر بھوک کے بھی جیسے وہ کھائے سو سو بار ـــــ پر وجہ اس کا اتنا دھانسو ہوتا ہے کہ صنف نازک کیا اچھے اچھے

دیوقامت عشقی نوجوانوں کے بھی چھکے چھوٹ جاتے ہیں ـــ خیر یہ تو کرم ہے کلیم عظیم، اجمیر مقدس، کچھوچھہ شریف اور نہ جانے کہاں کہاں کے سلطان الطریقت گنج حقیقت برہان الشریعت، یادگار ملت، گنج عزت، مخزن شریعت، معدن طریقت وحقیقت اور مقتدائے اہل بصیرت صوفیاء دادیار کا کہ وہ ان مسکین ودرماندہ مظلوموں کو اس عظیم مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں ـــ خاص طور سے صابو پیا تو پیر لاثانی، مقبول بارگاہ ربانی، کاشف اسرار نہانی، واقف رموز ربانی اور مصدر جود یزدانی ہیں وہ تو دوہاجیوں تک کو بخشتے بخشاتے اور بھوت کے نرغے سے آزاد کراتے ہیں پر اس قدر جود وسخا کی جولانی کے باوجود بھی پیا کے مزار پر اگر ایک عدد مارکین ہی کی چادر چڑھانی پڑ جائے تو دوہاجیوں کی نانی مرنے لگتی ہے۔

بھوت کے سوار ہونے کی صورتیں لاتعداد ولاتحصیٰ یعنی کہ لاتعداد و بے شمار ہیں مثلاً یہ کہ کبھی وہ مرد پر سوار ہوتا ہے اور کبھی عورت پر، کبھی آقا پر سوار ہوتا ہے اور کبھی غلام پر، کبھی خود پر سوار ہوتا ہے اور کبھی جتوں پر، نیز کبھی دوستی کی شکل میں اور کبھی دشمنی کی شکل میں، کبھی عصبیت کی شکل میں اور کبھی غیرت وحمیت کی شکل میں، کبھی طاقت کی شکل میں اور کبھی حماقت کی شکل میں، کبھی انانیت کی شکل میں اور کبھی لاقانونیت کی شکل میں، کبھی ظلم وعدوان کی شکل میں اور کبھی عدوالشیطان کی شکل میں، خیر کیا کیا گنا دوں۔ کمبخت ہے تو ایک پر اس کے روپ ہیں انیک۔

کبھی کبھی وہ شاعری کی شکل میں بھی سوار ہوتا ہے ... مجھے کیا خبر ہوتی ہے ایک شاعر خوش نوا نے بتایا، ان سے میری ملاقات زمین رسول پور کے مشاعرے میں ہوئی تھی۔ بہت ہی ضعیف، نحیف، کمزور اور لاغر یعنی کہ کھوسٹ بوڑھے نہیں بلکہ کھوسٹ شاعر۔ مجھے ان پر بڑا ترس آیا۔ دانت مسلم ٹوٹے ہوئے۔ پان کھاتے تو جبڑا ہاتھی کی طرح چلتا۔ چلتے تو ان کے پیر کسی نحیف تماشہ ہیبے کے پیروں کی طرح آپس میں مڈبھیڑیں مارتے ہوتے تو ان کا منہ ایسا کھلا رہتا جیسے جماہی کے بہانے کسی آسمانی تحفے کے منتظر ہوں اور دکھیا

بغیر ویزا و پاسپورٹ کے ایسا اندر باہر آتے جاتے ہیں جیسے کویت فتح ہوا ہو۔ سوتے سوتے لاشعور کے اشارے پر جب کبھی آؤں آؤں منہ چلا دیتے تو نہ جانے کتنی معصوم مکھیوں کا خون ہو جاتا۔ غرض کیا کیا لکھوں ان پر مجھے بڑا ترس آیا ـــ بعد مغرب وہ اپنی طرحی غزل پر نظر ثانی کر رہے تھے کہ از راہ خیر خواہی میں پوچھ بیٹھا قبلہ! یہ بڑھاپا اور سفر کی یہ صعوبتیں اور ماشاءاللہ بزرگی میں بھی اتنی محنت ومشقت خیریت حضرت نے شاعری کب سے شروع فرمائی؟ ـــ انہوں نے سر کے ساتھ ساتھ عینک بھی اٹھائی اور اپنے پوپلے ہونٹوں سے کسی آسمانی غبارے کی طرح ہوا خارج کرتے ہوئے بولے ـــ بھوت ہے جب سوار ہو جائے۔

شاعری کا بھوت کوئی ایسا ویسا بھوت نہیں۔ جب وہ چڑھتا ہے تو اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ اس وجد بھری زندگی کی رعنائیوں میں شاعر کو خود اپنا ہی پتہ نہیں ہوتا۔ اسے صرف یہی یاد رہتا ہے کہ بس شاعری تو شعار ہے اپنا ـــ تفصیل کا موقع نہیں اس کے لئے ایک مستقل کالم درکار ہے ـــ یہاں تو صرف اتنا عرض ہے کہ شاعری کے بھوت سے کسی قدر کم شعرا نوازی کا بھوت بھی نہیں۔ اب دیکھئے نا میاں انجھن نے خود مجھے اس کی ایسی چاٹ لگا دی کہ مجھ سے بھی کوئی مشاعرہ نہیں چھوٹتا۔ ابھی پرسوں کی بات ہے۔ خیر سے ایک آل انڈیا مشاعرہ آدھمکا۔ زہے نصیب شہزادوں کے ساتھ ساتھ پریوں کے اترنے کی بھی خبریں بڑے زور وشور سے گرم تھیں۔ اس موقع سے اگر ٹکٹ کی خاطر چپکے سے پڑوس کی ایک دو مرغیاں بھی اڑانی پڑ جاتیں تو میں اس میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا کیونکہ یہ لمحے زندگی میں بار بار آیا نہیں کرتے ـــ پر کباب میں ہڈی تو وہ دہائی زوجہ بن جاتی ہے جو کسی داروغہ سے کم نہیں۔ وہ ان نورانی مجلسوں میں جانے سے ایسا روکتی ہے جیسے میں کسی جہنم میں جا رہا ہوں۔ میں نے صبح ہی سے مسکہ پالشی یعنی کہ مکھن بازی شروع کر دی پر وہ گھگو شام تک میں بھی ٹس سے مس نہ ہوئی ـــ وقت موعود بھی آ پہنچا۔ میاں انجھن بھی دروازے پر آدھمکے۔ امید وبیم کی تصویر بن کر رہ گیا تھا

میں ایک اچانک میاں آچھن مجھے آنکھ مار کر کھسک جائے ۔۔۔ چلو میاں بعد کو آنکھ مٹکا لینا۔ میں ان کے دام میں آ کر چپکے سے کھسک لیا۔ مشاعرہ کیا تھا پورا معاشرہ تھا۔ جدھر دیکھو ادھر تتلیاں ہی تتلیاں۔ بس مزہ آ گیا۔ پر زوجہ کا خیال آتے ہی پیٹ میں قراقر ہونے لگی۔ شاعرات نے وہ وہ دھوم مچائی کہ بیان سے باہر۔ انہوں نے پورا مشاعرہ لوٹ لیا ۔۔۔ کسی فرزانہ کا ایک شعر میرے لئے راحت جاں ثابت ہوا مجھے یقین تھا کہ اہلیہ اسے سن کر ضرور موم ہو جائیں گی ۔۔۔ میاں آچھن اپنے گھر بھاگے میں بھی تھوڑا سو جائے اپنے دولت کدے کی جانب چلا ۔۔۔ حسب توقع دروازہ اندر سے بولٹ تھا۔ میری طرح میری دلہن بھی جاگی ہوئی تھیں۔ آخر انہیں ترس آ ہی گیا ۔۔۔ دروازہ کھلتے ہی میں نے رومانی انداز میں شعر داغا ۔۔۔ سجدہ کروں یا نقش قدم چومتا رہوں، گھر کعبہ بن گیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد ۔۔۔ رد عمل جاننے کے لئے ہمت باندھ کر جو میں نے نظریں ملائیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں سنجیدگی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ گلوگیر ہو کر بولیں۔ میں اسی لئے منع کرتی ہوں۔ آپ غزل کے ساتھ ساتھ اب عقیدہ بھی برباد کر بیٹھیں گے ۔۔۔ اور پھر سسکیاں جاری ہوتے ہی میرے فرشتے کوچ کر گئے۔

طاقت کا بھوت بھی بہت خطرناک ہوتا ہے۔ جس کی لاٹھی اسکی بھینس والا مقولہ تو آپ نے سنا ہوگا ویسے اس وقت ساری بھینسیں کلنٹن یادو کے پاس آ گئی ہیں۔ گورا یادو کے حصے کی بھی اس لئے کہ جیسا آپ کو معلوم ہے انکی گھاس بھی کب رہی بلکہ بھینسوں ہی نے اجاڑ دی۔ اب کلنٹن یادو کا ڈنڈا بجتے ہی ساری بھینسیں ایسی چپ سادھ لیتی ہیں جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ قلبی بھینسیں تو اس معاملے میں خاص طور سے کافی فرماں بردار ہیں اور خیر سے وہ دودھ بھی زیادہ دیتی ہیں لہذا ان کی طرف مالک کی خصوصی نظر کرم کا ہونا ایک فطری امر ہے ویسے دنیا بھر کی بھینسوں کو دبی دبی زبان میں اتنی شکایت ضرور ہے کہ جب دو مداری تھے اور دو بین بجاتا تھا تو انہیں جگالی کرنے میں آسانی ہوتی تھی اور اب ایک کی صورت میں دشواری یہ ہے کہ بھینس زیادہ ہونے کی بنا پر انہیں سود

بھینس کی شکایت رہتی ہے پر کیا کریں مجبوری کا نام کلنٹن یادو۔

حماقت کا بھوت بھی کسی سے کم نہیں ہوتا۔ کسی بزرگ نے ہمیں بڑے کام کی بات بتائی تھی کہ لسان العاقل فی قلبہ و قلب الاحمق فی فیہ مطلب یہ کہ عاقل کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے اور احمق کا دل اس کے منھ میں ہوتا ہے۔ عاقل دل کو منھ کے بجائے سینے میں رکھنے کے ساتھ ساتھ زبان بھی خانۂ دل میں پیک کئے رہتا ہے تاکہ دل کی بات دل ہی میں رہے اسے کوئی بھانپ بھی نہ سکے۔ منھ کچھ ہے اور دل کچھ۔ ایسے لوگوں کے یہاں مکر کی بیماری عام ہوتی ہے پر احمق اسے اپنے منھ میں اسی لئے رکھتا ہے تاکہ وقت پڑنے پر ہر کسی کو جھٹ سے اپنا دل دکھا سکے ۔۔۔ جو دل میں وہی منھ میں بلکہ دل ہی منھ میں۔ دل کے صاف لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں پر ایسے لوگوں کی قدر کون کرتا ہے بقول کسے وقت ہی بہت برا آ گیا ہے۔ اب دیکھئے نا عراق کتنا سیدھا سادھا احمق ملک ہے جو دل میں وہی منھ میں یا جو دل میں وہی عمل میں۔ ایک میزائل بنایا نہیں کہ اس کا اعلان پہلے ہی کر دیا۔ دل نے کہا ایران پر چڑھ دوڑو چڑھ دوڑے۔ دل نے کہا کویت پر حملہ کر دو چل پڑے۔ دل نے کہا اقوام متحدہ کی بات مان لو فوراً مان لیا اور دل نے کہا اب مت مانو مکر گئے۔ اب دیکھئے ایسے صاف گو اور دل کے دھنی ملک کا اس کرۂ ارض پر رہنا دوبھر ہے۔ مزید ستم بالائے ستم یہ کہ دنیا بھر کے ملکوں نے مل کر اس احمق کو مارنا شروع کر دیا حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مارنے سے حماقت صاف گوئی بھاگتی اور عقلی ہیرا پھیری آ جاتی ہے پرواہ رے عراق تجھ سا صاف گو، دلدار اور احمق ملک کہاں ہے کوئی اور ہوگا ۔۔۔ صبح کو مار کھائی اور شام کو حماقت پھر لوٹ آئی گویا کہ صبح کو جام پیا شام کو توبہ کر لی یا یوں کہئے کتے کی مار ڈھائی قدم۔

کام شیطان کی آنت کی طرح بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے حالانکہ ابھی اس خان کے بیٹے کی بات رہ ہی گئی جو گھڑی میں اولیاء اور گھڑی میں بھوت ہو جاتا ہے پر کیا کریں مجبوری کا نام اجازت یعنی کہ اللہ حافظ۔

توجہ مطلوب ہے

عبدالبر اثری فلاحی

ذمہ داران مدارس سے

"امام بخاریؒ اپنی تصنیف و تالیف میں مشغول تھے حافظ ابن حجرؒ اس کا نقشہ کھینچتے ہیں کہ درمیان میں روشنائی کی دوات اور قلم رکھا ہوا تھا اور کتابوں کا انبار آس پاس لگا ہوا تھا اور اسی حلقے کے درمیان امام بخاریؒ تشریف رکھتے تھے یکایک آپ کے اس خاص کتب خانہ میں خادمہ کا جانا ضروری ہوا تو اس نے اجازت مانگی آپ نے اسے اجازت دیدی لیکن یہ فرمایا کہ دامن سمیٹ کر نکلو خادمہ جانے لگی لیکن اس کے پاؤں سے دوات میں ٹھوکر لگ گئی، حوالے کی جو کتابیں کھلی تھیں ان پر دوات کی روشنائی پڑ گئی آپ نے اپنی خادمہ کو ڈانٹتے ہوئے کہا کیف تمشین؟ یعنی تم کس طرح چل رہی ہو، اس نے جواب دیا اذا لم یکن طریق کیف امشی جب کوئی راستہ نہیں ملے تو کس طرح چلوں مجھ سے سنبھلتے سنبھلتے خطا ہوگئی آپ آیت کریمہ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ پر عمل کیجیے امام بخاریؒ نے فرمایا میں نے اپنا غصہ ختم کیا اور تجھے معاف کردیا پھر اس خادمہ نے پڑھا وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (آل عمران ۱۳۴) آپ نے کہا جا تجھے اب آزاد بھی کردیا۔

(ماہنامہ محدث بنارس مئی جون ۱۹۹۳ء ج ۱۱ ش ۵، ۶ ص ۲۱ بحوالہ ہدی الساری فی فتح الباری)

طلبہ کے سلسلے میں آج کل ایک عام شکایت یہ ہے کہ وہ نظم و ضبط کا پاس و لحاظ نہیں رکھتے، دن بدن اطاعت شعاری کا جذبہ ان کے اندر سے کم ہوتا جارہا ہے۔ اسی وجہ سے تعلیم و تعلم کا کام قاعدے سے انجام نہیں پارہا ہے اور برے نتائج سامنے آرہے ہیں لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اس سلسلے میں تنہا طلبہ ہی ذمہ دار نہیں ہیں۔ یہ صحیح ہے

کہ انکی طرف سے بسا اوقات غفلت اور سرکشی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کے کچھ دوسرے عوامل بھی ہیں، اس میں موجودہ بے ماحول کا اثر بھی ہے۔ اور بے جا لاڈ و پیار اور رعایت کا دخل بھی۔ لیکن اس کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ مختلف مسائل سے نمٹنے کے لیے اخلاقی اور فطری طریقوں کو استعمال کرنے کے بجائے ایسے قوانین وضع کیے جاتے ہیں جو ناقابل عمل ہوں اور پھر طلبہ سے ان کی پابندی کا مطالبہ کیا جاتا ہے جو کبھی ممکن نہیں ہوتا — اور جب طلبہ ان قوانین کی پابندی نہیں کر پاتے تو ان کی سرکشی اور نافرمانی کا رونا رویا جاتا ہے۔ حالانکہ ایسے مواقع پر ہونا یہ چاہیے کہ ایسے قوانین کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے اگر ان کے ناقابل عمل ہونے کا احساس ہو تو فوراً انہیں رد کردینا چاہیے۔ اور اگر خود احساس نہ ہو تو دوسروں کے احساس دلانے پر متوجہ ہوجانا چاہیے۔ اور اس کا احسان ماننا چاہیے جیسا کہ امام بخاریؒ کے اسوے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی خادمہ کو کتابوں اور قلم دوات کے انبار میں دامن سمیٹ کر نکلنے کے لیے کہا حالانکہ اس ڈھیر میں ایسا ممکن نہ تھا جیسا کہ خادمہ کے جواب "اذا لم یکن طریق کیف امشی" جب کوئی راستہ ہی نہیں تو کس طرح چلوں۔ سے صاف واضح ہے چنانچہ ان کے لیے اس ہدایت پر عمل کرنا ممکن نہ ہوا اس کے پاؤں سے دوات کو ٹھوکر لگ گئی اور کتابوں پر روشنائی پھیل گئی امام بخاریؒ کو نقصان اٹھانا پڑا۔ لیکن چونکہ خادمہ کا عذر معقول تھا اس لیے آپ نے فوراً مان لیا۔ اور اس کی غلطی کو نظر انداز کردیا بلکہ بطور احسان اسے آزاد بھی کردیا۔ اس اسوے کو سامنے رکھتے ہوئے۔ ذمہ داران مدارس بھی اگر اپنے وضع کردہ قوانین کا اس پہلو سے جائزہ لیں تو مجھے توقع ہے کہ ان کی یہ شکایت اگر دفع نہ ہوسکی تو کم ضرور ہوجائے گی۔

اس واقعہ میں ایک دوسرا قابل توجہ پہلو یہ ہے کہ اس زمانے کا علمی ماحول کتنا اچھا اور علمی معیار کتنا بلند تھا کہ ایک خادمہ بھی آیات قرآنی کے حوالے سے بات کرتی تھی اور اس سے مالک کے آتش غضب کو بجھاتی تھی۔ یقیناً یہ امام بخاریؒ کی صحبت اور ان کے فیض یافتگان کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا افسوس کہ ہمارے خدام کا وہ حال نہیں ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے

[illegible] تعلیم و تربیت کے لئے بھی فکر مند ہی نہیں ہوتے اور نہ انہیں اس کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ پھر کیسے ان میں وہ خوبی پیدا ہو سکتی ہے جو امام بخاریؒ کی خادمہ میں تھی۔ اگر ذمہ داران مدارس اس پہلو پر نظر رکھیں تو آج بھی وہ اعلیٰ علمی ماحول پیدا کر کے ان کو ان خوبیوں سے آراستہ کیا جا سکتا ہے۔ واللہ ھو الموفق والمعین

غزل

شفیع اللہ خاں راز اٹاوی

گذر گئے ہیں جو حالات کیا بتائیں ہم
ستمگروں کی عنایات کیا بتائیں ہم

ہمارے جذبۂ اظہار پہ ہے پابندی
کسی کو دل کی کوئی بات کیا بتائیں ہم

بساطِ دہر پہ شطرنج کے کھلاڑی تھے
کسے ہوئی تھی کہاں مات کیا بتائیں ہم

وجودِ اشک ندامت میں ڈوب جائیگا
مآلِ ترکِ ملاقات کیا بتائیں ہم

ستمگروں سے سوالات ہم نے پوچھے تھے
ملے تھے کیسے جوابات کیا بتائیں ہم

ہم اپنا حال بھی تم کو بتا نہیں سکتے
تمام شہر کے حالات کیا بتائیں ہم

تباہیوں کے سوا ہاتھ کچھ نہیں آتا
کسی کو جنگ کے خطرات کیا بتائیں ہم

رہِ حیات میں جب تک تھے کارواں آزاد
ملے تھے کیسے مقامات کیا بتائیں ہم

غزل

ادریس ضیاءؔ
کلاتھ مارکیٹ علی پور (بدایوں)

اٹھے اس طرح وحشت شرر ہزاروں
سلگ نکلے دنیا میں گھر ہزاروں

نہ ہو پایا مگر مدہم ---- اجالا
ہوئے تو وار سورج پر ہزاروں

نہیں یہ بزدلی تو اور کیا ہے
اکیلا آئینہ پتھر ہزاروں

یہ کیسا باغ ہے پھولوں کی لاشیں
پڑی ہیں باغ کے اندر ہزاروں

مگر اخبار میں سب خیریت ہے
ہوئے ہیں شہر میں بے گھر ہزاروں

سزا پھولوں کو دی جاتی ہے اکثر
کرم ہوتے ہیں کانٹوں پر ہزاروں

مشتاق احمد فلاحی

اسکاؤٹنگ

اسکاؤٹنگ نوجوانوں کے لئے ایک رضاکارانہ، غیر سرکاری تعلیمی تحریک ہے جس میں ہر شخص بلا تفریق مذہب و ملت حصہ لے سکتا ہے اس کی تاسیس ۱۹۰۷ء میں ہوئی اس کے بانی بیڈن پاول تھے۔ آج بھی یہ ان کے ذریعے طے شدہ اصول و ضوابط پر مشتمل ہے۔ اس کے تعارفی فولڈر میں اس کے اغراض و مقاصد یوں بیان کئے گئے ہیں۔

"اسکاؤٹنگ تحریک کا مقصد نوجوانوں کی نشوونما میں اس طرح سے تعاون کرنا ہے کہ جس سے ان کی مکمل جسمانی، دماغی، سماجی اور روحانی قوت کو انفرادی طور سے ذمہ دار شہریوں کی شکل میں اور مقامی، قومی اور بین الاقوامی کمیونٹی کے ممبران کی شکل میں فروغ حاصل ہو سکے۔

اس تحریک کا خصوصی مقصد بچوں اور نوجوانوں کو جسمانی طور پر مضبوط اور ان کے کردار کو اعلیٰ ترین بنانا ہے تاکہ وہ بہترین شہری بن کر نہ صرف اپنے ملک کی بلکہ تمام عالم انسانیت کی خدمت کر سکیں۔"

جو شخص اس میں شامل ہوتا ہے اس سے درج ذیل عہد بھی لیا جاتا ہے۔

(۱) میں یاد وقار عہد کرتا ہوں کہ حتی الامکان اپنے خدا، ملک اور بزرگوں کے حقوق کے مطابق اپنا فرض پورا کروں گا۔
(۲) میں دوسروں کی مدد کروں گا۔
(۳) میں اسکاؤٹ کے اصولوں کا پابند رہوں گا۔

اسکاؤٹ کے اصول حسب ذیل ہیں۔

(۱) اسکاؤٹ قابل اعتماد ہوتا ہے۔

(۲) اسکاؤٹ وفادار ہوتا ہے۔

(۳) اسکاؤٹ سب کا دوست ہوتا ہے، اور ہر ایک دوسرے اسکاؤٹ کا بھائی ہوتا ہے۔

(۴) اسکاؤٹ میں رحم وانکساری ہوتی ہے۔

(۵) اسکاؤٹ جانوروں وپرندوں کا دوست ہوتا ہے اور فطرت سے محبت رکھتا ہے۔

(۶) اسکاؤٹ منظم ہوتا ہے اور عوامی ملکیت کی حفاظت میں مدد کرتا ہے۔

(۷) اسکاؤٹ جرأت مند ہوتا ہے۔

(۸) اسکاؤٹ کفایت شعار ہوتا ہے۔

(۹) اسکاؤٹ اپنے قول وفعل اور ذہن سے پاک وصاف ہوتا ہے۔

دنیا کے بیشتر ممالک میں اسکی شاخیں پائی جاتی ہیں اسکی ایک شاخ ہندوستان میں بھی ہے جو انڈین ٹرسٹ ایکٹ ۱۸۸۲ء کے تحت رجسٹرڈ ہے۔ نیز یہ غیر سرکاری غیر سیاسی بلا تفریق مذہب وملت غیر فرقہ وارانہ تنظیم ہے۔

جو لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں وہ اسکاؤٹ کہلاتے ہیں۔ انہیں مختلف انداز سے مختلف علوم وفنون کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ ان علوم وفنون کو انھوں نے ۹۲ عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ جن میں سے کچھ اہم حسب ذیل ہیں۔

تعلیم بالغان، آرٹ، کاشتکاری، باغبانی، نقشہ نویسی، فوٹوگرافی، تیراکی، سلائی، بنائی، تیر اندازی، ڈرائیونگ، دفاع وغیرہ۔

یہ ایک ٹرسٹ کے نام سے کام کرتی ہے۔ جس کا نام "اسکاؤٹ سوسائٹی آف انڈیا ٹرسٹ" ہے۔

اس کا صدر دفتر راجستھان میں ہے۔ پتہ درج ذیل ہے۔

اسکاؤٹ سوسائٹی آف انڈیا ٹرسٹ ۴۸ روں دہار، ٹونک روڈ جے پور ۲۰۱۸

عبدالبر اثری فلاحی

تعارف وتبصرہ

نام	الفلاح (رسالہ میگزین) بزبان اردو، عربی، انگریزی
زیر صدارت	مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی
زیر سرپرستی	" سلامت اللہ صاحب اصلاحی
چیف ایڈیٹر	ابوصالح اعظمی ایڈیٹر صداقت حسین
معاونین	مطیع اللہ، نورالاسلام
ضخامت	۱۳۶ صفحات قیمت غیر مذکور
سن اشاعت	۹۲-۱۹۹۱ء
پیشکش	جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ یوپی ۲۷۶۱۲۱

عصر حاضر کو ذرائع ابلاغ کا دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت ذہنوں کی تعمیر میں جو کلیدی حیثیت وسائل ابلاغ کو حاصل ہے وہ کسی اور چیز کو نہیں، چنانچہ اس وقت جتنے انقلابات بھی آرہے ہیں ان میں سب سے زیادہ اسی کا دخل ہوتا ہے۔ اسی سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اسلامی انقلاب کی راہیں ہموار کرنے کے لئے ہمیں بھی اس زمانے میں ان کا بھرپور استعمال کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لائق مبارکباد ہیں وہ لوگ جنہیں اس کا احساس ہوگیا ہے اور جو اس کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔ اس موقع پر خاص طور سے میں جمعیۃ الطلبہ جامعۃ الفلاح کے ذمہ داران کو لائق ستائش سمجھتا ہوں۔ کہ انھوں نے بیدار مغزی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی علمی کاوشوں کو سالانہ میگزین کی شکل میں شائع فرمایا ہے تاکہ اپنے اور پرائے سبھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

اس کے مطالعہ کے بعد اس پہلو سے بھی خوشی ہوئی کہ طلبہ مختلف ذہنوں سے

بھی سوچتے ہیں اور ان پر طبع آزمائی کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں مناسب ماحول اور مناسب رہنمائی حاصل ہو جائے۔ "مسئلہ تدوین قرآن" "مستشرقین عرب اور آج کے بچے مسلمان" "ہندوستان کی باطل تحریکات اور ان کے عزائم" وغیرہ مضامین میں یہ خوبی بدرجہ اتم موجود ہے۔

ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ بعض تلخ حقائق بھی سامنے لانا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں لہذا عرض کر رہا ہوں۔

(۱) جامعۃ الفلاح کے طلبہ کا سالانہ میگزین ہونے کی حیثیت سے اس کا جو معیار ہونا چاہیے تھا اس پر یہ پورا نہیں اترتا۔ اگر اس کے ذمہ داروں (خواہ اساتذہ ہوں یا طلبہ) نے تھوڑی بھی توجہ کی ہوتی تو اس کی بہت سی خامیاں دور ہو سکتی تھیں۔ مثلاً کتابت کی غلطیاں، حوالوں کا نقص، مضامین کی صحیح ترتیب کا نہ ہونا، ناموزوں الفاظ کا استعمال وغیرہ

(۲) دوسرے موقر رسائل و جرائد میں شائع شدہ مضمون کو سالانہ میگزین میں دینا مناسب نہیں ہوتا وہ بھی جبکہ وہ کسی طالب علم کا مضمون نہ ہو بلکہ استاد کا مضمون ہو۔

(۳) بعض مضامین کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ بغیر سوچے سمجھے بھی مضامین لکھے گئے ہیں مثلاً ص۲۰ کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو "دنیا کے تمام ملک یا تو روس کے اثرات قبول کرتے ہیں یا امریکہ کے، روس اشتراکیت کا علم بردار ہے اور امریکہ جمہوریت کا۔ جو ممالک امریکہ سے متاثر و مرعوب ہیں یا وہ قوم پرستانہ جمہوریت میں یقین رکھتے ہیں اور اپنے یہاں کا تعلیمی ڈھانچہ بھی اسی نظریہ کے تحت مرتب کرتے ہیں اور جو روس کے نظریہ پر کاربند ہیں وہ کلیت پسندانہ اشتراکیت کو اپنائے ہوئے ہیں جس کا اثر ان کے تعلیمی نظام پر بھی بڑی گہرائی سے پڑتا ہے"

اس کے اندر روس کے سلسلے میں جو بات کہی گئی ہے۔ کئی سال پہلے تو وہ بات درست تھی لیکن آج کل بھی اس کے بارے میں وہی بات دہرانا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو حالات سے بے خبری پر غماز ہے۔

(۴) اسی طرح ص۳۳ پر "تعلیم کا وسیع اور محدود مفہوم" کے ذیلی عنوان کے تحت "فن تعلیم و تربیت" کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے۔ اسے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عبارتیں نقل کرنے کا بھی سلیقہ نہیں آتا آپ خود اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں اور اصل کو بھی دیکھیں اور پھر موازنہ کر کے رائے قائم کریں۔ الفلاح میں منقول عبارت حسب ذیل ہے۔ "محدود مفہوم سے مراد وہ تعلیمی کوششیں ہیں جو منظم طور پر طلبہ کے لیے تعلیمی ادارے انجام دیتے ہیں چونکہ ان اداروں میں قلیل مدت میں کثیر ذخیرہ علم ہاتھ آتا ہے اس لیے یہ علم کا محدود مفہوم ہے۔

وسیع مفہوم سے مراد وہ تمام معلومات و تجربات ہوتے ہیں جو ابتدائے طفولیت تا انتہائے حیات باضابطہ یا بے ضابطہ حاصل کیے جائیں۔

"فن تعلیم و تربیت" کی اصل عبارت حسب ذیل ہے

"تعلیم کا لفظ آتے ہی ذہن عموماً ان منظم کوششوں کی طرف منتقل ہوتا ہے جو طلبہ کے لیے تعلیمی ادارے انجام دیتے ہیں بلاشبہ باضابطہ اور رسمی FORMAL تعلیم یہی ہے اور اس کے اثرات بھی بہت دور رس ہوتے ہیں مگر یہ تعلیم کا بہت ہی محدود مفہوم ہے کیونکہ تعلیمی اداروں میں تو بچے بہت کم وقت گذارتے ہیں اور بہت ہی محدود معلومات و تجربات حاصل کرتے ہیں جبکہ ان کے جاننے، سیکھنے اور تجربات حاصل کرنے کا عمل پیدائش سے لیکر موت تک برابر جاری رہتا ہے تعلیمی اداروں کی باضابطہ تعلیم کے علاوہ نہ جانے کتنی باتیں وہ اپنے گھر، محلے، پڑوس فطری و سماجی ماحول اور اپنے گرد و پیش پھیلی ہوئی دنیا اور اس میں بسنے والے افراد سے سیکھتے ہیں اگرچہ یہ تعلیم غیر رسمی اور بے ضابطہ INFORMAL ہوتی ہے لیکن اثرات و نتائج کے اعتبار سے باضابطہ تعلیم سے کم نہیں۔

اس طرح تعلیم کے وسیع مفہوم میں وہ تمام معلومات و تجربات شامل شمار ہوتے ہیں جو گود سے گور تک ہر فرد باضابطہ یا بے ضابطہ خود حاصل کرتا ہے یا اسے حاصل کرائے جاتے ہیں۔"

اسی ضمن میں ایک اقتباس مزید ملاحظہ ہو۔ جو مسئلہ تدوین قرآن پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر ہے" ...... چنانچہ اتقان میں تیسری صدی کے صوفی عالم حارث المحاسبی کا یہ قول مذکور ہے کہ المشہور عند الناس ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک فاما السابق الی جمع الجملۃ فہو الصدیق" ص ۱۳ اولاً جدید طرز حوالہ جات کے مطابق "اتقان فی علوم القرآن" سے جلد اور صفحہ نمبروں کی تفصیل بھی دینی چاہیئے تھی۔

ثانیاً صوفی عالم کا نام حارث المحاسبی لکھا گیا ہے۔ جبکہ ان کا نام الحارث المحاسبی ہے اگر یہاں یہ کہا جائے کہ حارث میں ث کی جگہ ت کاتب کی غلطی کی وجہ سے ہو گیا ہے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ اسی صفحہ پر آگے سطر نمبر ۲۱ میں دوبارہ ان کا ذکر آیا ہے اور وہاں بھی الحارث المحاسبی ہی لکھا گیا ہے۔

ثالثاً فاما السابق الی جمع الجملۃ لکھا گیا ہے۔ جبکہ اصل میں فاما السابق الی الجمع من الجملۃ ہے۔

رابعاً جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کے درمیان سے کچھ حصہ حذف کیا گیا ہے لیکن اس حذف کا کوئی اشارہ نہیں دیا گیا ہے حالانکہ اس طرح فروردہ حذف کرنے پر حذف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ایک طریقہ متعین ہے الاتقان میں پوری عبارت یوں ہے "قال الحارث المحاسبی: المشہور عند الناس ان جامع القرآن عثمان ولیس کذالک انما حمل عثمان الناس علی القراءۃ بوجہ واحد علی اختیار وقع بینہ و بین من شہدہ من المہاجرین والانصار لما خشی الفتنۃ عند اختلاف اہل العراق والشام فی حروف القراآت فاما قبل ذالک فقد کانت المصاحف بوجوہ من القراآت المطلقات علی الحروف السبعۃ التی انزل بہا القرآن فاما السابق الی الجمع من الجملۃ فہو الصدیق" (ج ۱ ص ۶۲-۶۱)

(۵) ص ۔۔ پر "مسلم ممالک کی طویل غفلت" کے زیر عنوان لکھا گیا ہے "اللہ نے مسلم مملکتوں کو حکم دیا تھا "جہاں تک ہو سکے کافروں سے مقابلہ کے لیے تیاری کرو" (سورۃ الانفال: ۵۹)

اس سلسلے میں دو باتیں عرض کرنی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آیت نمبر ۵۹ لکھا گیا ہے جبکہ آیت نمبر ۶۰ ہے دوسری بات یہ کہ مذکورہ حکم کو مسلم مملکتوں کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ بات عام مسلمانوں سے خطاب کر کے کہی گئی ہے گو چہ اس حکم میں مسلم مملکتیں بھی شامل ہیں، اس میں اصل قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس کا مخاطب مسلم ممالک کو قرار دے کر دراصل یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جنگی تیاری عام مسلمانوں کو نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ یہ حکومتوں کا کام ہے لہذا جب تک حکومت حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک اس قسم کی تگ و دو میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے حالانکہ یہ تاثر سراسر غلط ہے صحیح بات یہ ہے کہ تمام مسلمانوں سے اس میں خطاب ہے جیسا کہ اس آیت کے تحت مفسرین نے لکھا ہے بطور نمونہ میں صرف تین چار حوالے نقل کرتا ہوں۔

مولانا ثناء اللہ عثمانی لکھتے ہیں۔ "واعدوا (ایہا المؤمنون) ...... لہم ما استطعتم (تفسیر مظہری ج ۴ ص ۱۰۶)

سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں "امر اللہ تعالی عبادہ المؤمنین بان یجعلوا الاستعداد ...... (المنار ج ۱۰ ص ۶۱) ترجمہ: اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کریں ......

نیز آگے تحریر کرتے ہیں: "فالواجب علی المسلمین فی ہذا العصر بنص القرآن صنع المدافع بانواعہا" ترجمہ: بس نص قرآن کے ذریعے ہر قسم کے آلات وفاع بنانا اس زمانے میں مسلمانوں پر واجب ہے۔ (المنار ج ۱۰ ص ۶۲)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں" (حاشیہ عثمانی بر ترجمہ مولانا محمود الحسن ص ۲۴۴)

مولانا امین احسن صاحب اصلاحی لکھتے ہیں: ...... اس آیت میں مسلمانوں

کو یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ اپنی فوجی قوت نفری کے اعتبار سے بھی اور اسلحہ و اسباب جنگ کے اعتبار سے بھی زیادہ سے زیادہ بڑھائیں۔" (تدبر قرآن ج ۳ ص ۵۰۲)

(۶) کتابت کی بے شمار غلطیاں ہیں جن کا تذکرہ نہ بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ بہت زیادہ مفید ہے۔ البتہ بعض اعلام بھی غلط لکھ گئے ہیں جن کی تصحیح ضروری معلوم ہوتی ہے۔

ص	غلط	صحیح
۲۳	ڈکوری آف انڈیا	ڈسکوری آف انڈیا۔
۵۵	ابن خلدوم	ابن خلدون
[illegible]	یہی الخولی	بہی الخولی
۴۱	اوینلزم	اورینٹلزم
۳۴	جیبرئیل	جبرئیل

(۷) جامعۃ الفلاح ایک تحریکی ادارہ ہے۔ جو داعیان اسلام تیار کرنے کا مشن لے کر آگے بڑھا ہے۔ ہندوستان میں اس کام کو بحسن و خوبی انجام دینے کے لئے مخاطب کی زبان میں اپنی بات پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس ضرورت کا تقاضا تھا کہ اردو، عربی اور انگریزی کے ساتھ ساتھ ہندی کے لئے بھی کچھ حصہ خاص کیا جاتا۔ اس کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ توقع ہے آئندہ اس خلا کو بھی پر کر دیا جائیگا۔ میں آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ طلبہ کی صلاحیتوں کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے

اللھم زد فزد

بقیہ: روداد انجمن

مدت تعلیم میں اضافہ کے ساتھ مطبخ میں ٹفن سسٹم کا مسئلہ چھڑا۔ بالعموم احساس یہ تھا کہ ان سب پر نظر ثانی ضروری ہے۔ مدت تعلیم میں اضافہ کے نفاذ کے سلسلہ میں یہ بات تاکید کے ساتھ آئی کہ جس پریکٹس کے مطابق ہم نے بچوں کا داخلہ لیا ہے ہمیں اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

اخبار علمیہ

[illegible]

چینی زبان میں قرآن کا ترجمہ

انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کی دعوۃ اکیڈمی نے چینی زبان میں قرآن کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ اکیڈمی کے ایک پریس ریلیز کے مطابق قرآن مجید کا یہ ترجمہ چینی زبان بولنے والوں میں مفت تقسیم کیا جائیگا۔

(ہفت روزہ تکبیر کراچی ۱۰ جولائی ۱۹۹۲ء [illegible])

اخوان المسلمون کے جریدہ کا دوبارہ اجراء

اخوان المسلمون کے ماہنامہ جریدہ "الدعوۃ" کا دوبارہ اجراء ہو گیا ہے۔ اسے مصری صدر سادات نے اپنے قتل سے کچھ عرصہ قبل ۱۹۸۱ء میں پابندی لگا دی تھی جس کی وجہ تحریک کے مرحوم قائد شیخ عمر تلمسانی کے بعض تنقیدی مضامین کی اشاعت تھی۔

(امپیکٹ انٹرنیشنل لندن ۱۰ مئی ۱۹۹۲ء)

امریکہ کی سب سے بڑی اور قدیم یونیورسٹی میں اسلامی قانون کے مرکز کا قیام

امریکہ کی سب سے بڑی اور قدیم یونیورسٹی ہارورڈ میں اسلامی قانون کا مرکز قائم کیا جائے گا۔ اس مرکز کے قیام کے لئے سعودی عرب کے شاہ فہد بن عبدالعزیز نے ۵۰ لاکھ ڈالر کا عطیہ دیا ہے۔

(پندرہ روزہ تعمیر حیات لکھنؤ ۱۰ جولائی ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۵)

بہادر شاہ ظفر کا غیر مطبوعہ کلام دریافت

لندن ۲۲ جولائی ۱۹۹۲ء ہندوستان کے آخری تاجدار مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا غیر مطبوعہ کلام لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں دریافت ہوا ہے۔ بی بی سی اردو سروس

نے اس کی اطلاع دیتے ہوئے بتایا کہ یہ کلام ظفر کی پرانی بیاض کے چپاں صفحات میں پوشیدہ تھا۔ اس کی تفصیلات لائبریری کے اوریجنل سیکشن کے ایک ذمہ دار مسٹر سلیم قریشی نے بتائیں اب اس کلام کو "یادِ ظفر" کے عنوان سے لاہور کا اشاعتی ادارہ "سنگ میل" شائع کرنے جا رہا ہے۔ مسٹر قریشی نے مزید بتایا کہ بیاض ظفر میں اسّی یا اناسی ورق خالی تھے اور پانی کی وجہ سے چپک گئے تھے اس لئے ان کو بے کار قرار دیدیا گیا تھا بہر حال وہ اسے کنزرویشن ڈیپارٹمنٹ کے پاس لے گئے جس نے ایک ایک ورق کو الگ کیا تو آخر میں ظفر کا تحریر کردہ کلام نظر آیا۔

مسٹر قریشی نے اس کا موازنہ ظفر کی دوسری تحریروں سے کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ بہادر شاہ ظفر ہی کی تحریر ہے اس میں کل ۲۲ غزلیں ہیں، ایک غالب کی ہے اور ایک ذوق کی خود ظفر کی غزلوں کی تعداد ۱۸ ہے ان میں سے کچھ شائع ہو چکی ہیں اور بقیہ غیر مطبوعہ ہیں..... ایک غزل کا شعر یوں ہے۔

ہر بات پہ اسکی تجھے ہو کیوں نہ گماں اور — دل میں تو ہزاروں ہیں ابھی زخم نہاں اور

یہ غالب کے مشہور شعر "ہے مجھ کو زباں اور" والی بحر میں ہے۔

(روزنامہ آواز ملک بنارس ۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء ص ۶)

تحریک ائمہ مساجد کی کامیابی

مولانا جمیل احمد صاحب الیاسی کے زیر قیادت کل ہند تنظیم ائمہ مساجد کی جد و جہد اس وقت کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ جب سپریم کورٹ نے فیصلہ تنظیم کے حق میں دیدیا کہ مرکزی حکومت ہند اور مرکزی وقف کونسل چھ ماہ کے اندر اندر ایک اسکیم مرتب کرے، جس کے تحت ائمہ کو معقول مشاہرہ کی ادائیگی کی جائے

یاد رہے تنظیم کے صدر نے ۴ سال پیشتر سپریم کورٹ میں دعوی دائر کیا تھا اور مطالبہ کیا تھا کہ وقف بورڈ کو ہدایات کیجائے کہ بھارت میں موذن کی تنخواہ کم از کم ایک ہزار اور حافظ غیر سند یافتہ امام کو پندرہ سو اور سند یافتہ امام کو دو ہزار روپیہ بنیادی تنخواہ کے طور پر ادا کردے۔

(ماہنامہ الاسلام دہلی جولائی ۱۹۹۳ء ص ۳)

جامعہ کے لیل و نہار

محمد اسمٰعیل قاسمی

ششماہی امتحان

دفتر تعلیمات کے اعلان کے مطابق ششماہی امتحان اور چھٹی وغیرہ کا پروگرام حسب ذیل رہے گا۔

تعلیم کا آخری دن: ۲۵ صفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۹۲ء بروز سنیچر

رخصت برائے تیاری امتحان: ۲۶، ۲۹ صفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۵ تا ۱۸ اگست ۱۹۹۲ء

آغاز امتحان: ۳۰ صفر ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۲ء بروز بدھ

اختتام امتحان: ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ اگست بروز سوموار

آغاز تعطیل: ۱۳ " " " یکم ستمبر " بدھ

آغاز تعلیم بعد تعطیل: ۲۹ " " " ۱۹ " " سنیچر

جناب قاری قربان احمد صاحب کی علیحدگی

جناب قاری قربان احمد صاحب ایک عرصہ سے جامعہ کی خدمت کر رہے تھے۔ انجمن طلبہ قدیم سے بھی ان کا مخلصانہ تعلق تھا۔ اور جامعہ کے ساتھ ساتھ انجمن کو بھی آپ کا بھرپور تعاون حاصل رہا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض اسباب کی بنا پر اب جامعہ کو انکی خدمت حاصل نہیں رہی۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ جہاں کہیں بھی رہیں گے جامعہ اور انجمن سے ان کا دیرینہ تعلق باقی رہے گا اور وہ ہمیں یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی خدمات قبول فرمائے اور ہم سب سے اپنے دین کی مخلصانہ خدمت لیتا رہے۔

تدریسی تربیتی کیمپ

[illegible]

سوسائٹی کی جانب سے [illegible]

کیا گیا چنانچہ اس سال بھی یکم ستمبر ۹۳ء سے ۳۰ ستمبر ۹۳ء تک معلمین کیلئے اس سوسائٹی کی جانب سے تدریسی تربیتی کیمپ کا اہتمام ہو رہا ہے جس کے ناظم جناب مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی مقرر کئے گئے ہیں۔ جو حضرات کسی درسگاہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں یا اس کا ارادہ رکھتے ہیں، اس کیمپ میں شریک ہو سکتے ہیں، شرکت کے لئے کم از کم ہائی اسکول یا اس کے مساوی کوئی امتحان پاس ہونا یا کسی دینی ادارہ سے فارغ ہونا شرط ہے۔ شرکت کے خواہش مند معلمین سوسائٹی کے دفتر سے فارم داخلہ حاصل کرنے کے بعد اسے بھر کر دفتر سوسائٹی ارسال کر دیں۔ درخواست پر اپنے شہر یا بستی کی کسی معروف دینی شخصیت سے اپنے بہتر اخلاق و کردار کی تصدیق کرانا نہ بھولیں اور منظوری کی اطلاع کے بغیر زحمت سفر نہ کریں۔ جن امید واروں کو دفتر سے شرکت کی اجازت دی جاتی ہے انہیں سوسائٹی کی جانب سے مصارف سفر اور قیام وطعام کی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔ دوسری ریاستوں کے شرکاء کو اتر پردیش کے حدود کے اندر ہی مصارف سفر دیئے جا سکیں گے۔

انشاء اللہ اسی کیمپ کے ساتھ ہی ۲۰ ستمبر سے ۲۷ ستمبر تک اکاؤنٹنگ (مختصر تعارف اسی شمارے میں الگ سے ملاحظہ فرمائیں) کا کیمپ بھی لگے گا۔ مراسلت کا پتہ ہے۔
حافظ منصور عالم صاحب، سکریٹری اتر پردیش فلاح عام سوسائٹی K-37/158
ہوا دار منزل، مولوی گنج لکھنؤ ۱۸۔

حجاج کرام کی واپسی

محترم ناظم جناب عبدالمتین صاحب ۲۰ جون ۹۳ء کو، استاذ محترم جناب مولانا صغیر احسن صاحب ۲ جولائی ۹۳ء کو، اور ممبر انتظامیہ جناب ڈاکٹر علاء الدین صاحب ۲۴ جون ۹۳ء کو بخیریت سرزمین حرم سے واپس تشریف لائے ہیں۔ الحمد للہ ان کا سفر آرام سے گذرا اور تمام مناسک حج انہوں نے بحسن و خوبی انجام دیئے۔ واپسی پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ان لوگوں نے بتایا

اللہ تعالیٰ ان کے حج کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں بھی اسکا موقع نصیب کرے آمین۔

سعودی حکومت نے حجاج کرام کی سہولت کے لئے بہت اچھا انتظام کیا تھا، چنانچہ ہر قسم کی سہولتیں بآسانی اور ہر جگہ بہم پہنچائی جاتی تھیں۔ اللہ حکومت کی ان خدمات کو قبول فرمائے۔

مولانا صدر الدین اصلاحی اور متعدد فلاحیوں کو صدمہ

جامعہ کی انتظامیہ کے اہم رکن اور سابق ناظم جامعہ مولانا صدر الدین اصلاحی صاحب کے داماد اور برادر رضوان احمد فلاحی صاحب اور فرحان احمد فلاحی صاحب کے بہنوئی جناب پروفیسر امتیاز صاحب ایک سڑک حادثہ میں انتقال کر گئے۔

ادارہ کو اس بات پر بھی افسوس ہے کہ عبد اللہ فلاحی مرزا پوری صاحب کے والد جناب حاجی انور علی مرزا پوری صاحب ایک لمبے عرصہ سے بیمار چل رہے تھے۔ ۱۹ جون ۹۳ء کو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

دیر سے ملی خبروں کے مطابق محمد عبد الحی فلاحی (شنشوا دھرم پور، سنسری، نیپال) طالب علم جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی رفیقۂ حیات مختصر علالت کے بعد ۲۹ رمضان المبارک کو اپنے اہل خانہ کو سوگوار چھوڑ گئیں۔ انجمن ان تمام لوگ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا کرتی کہ اللہ تعالیٰ ان تینوں کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

کچھ نئے ہم سفر

جناب محمد رفیق الاکرم صاحب کا تقرر بحیثیت سفیر و مبلغ کے عمل میں آیا ہے۔ آپ پورنیہ (بہار) کے رہنے والے ہیں اور جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ سے عالمیت، جامعہ اردو سے ادیب ماہر اور لکھنؤ سے I.T.T.C. کیا ہے۔

اسی طرح جناب عبد الرزاق بزمی صاحب کی خدمات دفتر نظامت کیلئے حاصل کی گئی ہیں۔ آپ لار ضلع دیوریا (یوپی) کے رہنے والے ہیں اور گورکھپور یونیورسٹی سے اردو میں ایم، اے کیا ہے۔ نیز شعر و شاعری سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔

محمد اسمٰعیل فلاحی

روداد انجمن

۱۳ مارچ ۱۹۹۲ء کو مفید احمد فلاحی بن ضیاء الدین صاحب (شہاب الدین پور) کا نکاح عارفہ زینب فلاحی بنت مولانا محمد عیسیٰ صاحب (سابق ناظم جامعہ) کے ہمراہ ہوا۔ ۱۴ مارچ ۹۲ء کو دعوت ولیمہ میں شرکت کیلئے آئے ہوئے فلاحیوں کی موجودگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے جامعۃ الفلاح میں فلاحیوں کی باقاعدہ نشست رکھی گئی۔ صدر انجمن نے "من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان" کی روشنی میں تذکیر کی کہ ہماری ساری سرگرمیوں اور اقدامات کا محور صرف اور صرف اللہ کی رضا ہو جائے ہمارے تعلقات، معاملات، لین دین، ہماری ملاقاتیں اور ہمارا میل جول سب کی بنیاد اللہ کی ذات اور اسکی محبت ہو، یہی وہ چیز ہے جس سے ہمارے اندر بے لوثی پیدا ہو سکتی ہے اور تبھی اللہ ہمارے کاموں میں برکت دے گا۔ دنیاوی فائدہ و نقصان کو بنیاد نہیں بنانا چاہیے، دنیاوی مفادات بدلتے رہتے ہیں، خیالات میں تبدیلی آتی رہتی ہے، ہمارے قدم میں جماؤ اور ہمارے اندر مضبوطی صرف اللہ کی رضا کی خاطر کام کرنے سے پیدا ہو سکتی ہے۔

اس نشست میں خصوصاً دو چیزیں زیر غور آئیں۔ حیات نو کی توسیع اشاعت اور انجمن کی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق جیپ کی خریداری کا مسئلہ۔ دونوں پر گفتگو ہوئی۔ حیات نو کے ضمن میں اس کی اپیات کے علاوہ اس کی معنویات یعنی مضامین کی فراہمی اور اسے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے پر بھی گفتگو ہوئی۔ جیپ کی خریداری کے سلسلہ میں یہ بات سامنے آئی کہ ہر فلاحی لازماً اس مہم میں حصہ لے خواہ اس کا حصہ بظاہر کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کو اس جانب توجہ دلائے، نیز تحفہ میں خصوصی توجہ دیں۔

دلی سے آئے ہوئے فلاحیوں نے صدر انجمن کی اجازت سے نئے نصاب اور

بقیہ صفحہ ۴۲ پر

ایک اہم اپیل

جامعۃ الفلاح جیسے وسیع المقاصد اور کثیر الاقسام ادارے کیلئے ایک [illegible] گاڑیوں کی ضرورت اظہر من الشمس ہے لیکن بدقسمتی [illegible] بھی نہیں اسکی جسکا احساس خود جامعہ کو اور [illegible] یہ احساس، کسی مہمان کی آمد، کسی طالب علم [illegible] دعوتی و تحریکی ربط کے موقع پر شدید تر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ انجمن نے ایک جیپ کی [illegible] مقاصد حاصل کئے جا سکیں [illegible] مخلصین [illegible] اور ہمدردان [illegible] فلاحی برادران نے اس مہم میں دل کھول کر [illegible] اپنے خصوصی تعاون کا وعدہ کیا۔

خدا کا شکر ہے کہ جیپ کے مجوزہ بجٹ کا نصف حاصل کیا جا چکا ہے، بقیہ کیلئے کوشش جاری ہے۔ انجمن کے تمام ہمدردان سے اور خصوصاً تمام فلاحی برادران سے پرزور اپیل ہے کہ اس فنڈ کی فراہمی میں ہر ہر فرد ضرور حصہ لے چاہے اس کا حصہ بظاہر معمولی ہی کیوں نہ محسوس ہوتا ہو اس مہم میں اسکی شرکت ضروری ہو کہ قطرہ قطرہ سے ہی تالاب بھرتا ہے۔

جیپ کا ایک مناسب ماڈل پسند کر لیا گیا ہے، بس فنڈ کی تکمیل کا انتظار ہے اسلئے آپ آپ اپنا اور اپنے قریبی رفقاء اور ہمدردوں کا تعاون مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوا دیں۔ ڈرافٹ پر "انجمن طلبہ قدیم" A/c No. 6804 U.B.I. بریا گنج برانچ" لکھنا کافی ہوگا۔ خط میں یہ صراحت ضرور کریں کہ یہ رقم جیپ فنڈ کی ہے۔

والسلام
آپ کا

(صدر انجمن)

پتہ: صدر انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ (یوپی) [illegible]